دلِ وحشی
ابنِ انشا

ابنِ انشا

فہرست

قطعات

بیت

غزلیں

پیش لفظ

انشاجی کا پہلا مجموعہ کلام چند نگر تھا جو ۱۹۵۵ء میں پہلی بار شائع ہوا۔یہ اس دور کی بات تھی جب ا نسان کے قدم چاند پر نہ پہنچے تھے انشا جی یہ ا س زندی کے خاکے ہیں جو میں نے ا ٹھائیس برس میں بسر کی ہے گرجا کا گھڑیال جو دو بجاتا ہے گاڑی کی سیٹی جو گونج ا ٹھتی ہے ریل کی پلیا بھی کہ مضافات میں نظر آتی ہیا ور چاند۔۔آبادیوں ا ور ویرانوں کا چاند ۔۔۔یہ سب ماضی کی کھونٹیاں ہیں جن پر میں نے یادوں کے پیراہن لٹکا رکھے ہیں ا ب آپ میرا ساتھ چھو ڑکر ا س چاندنگر کی سیر کیجئے ا ور میں نے اسے تلانخلی دے کرکسی نئے سفر پر نکلوں گا نہ مجھے ا پنا حسن کاایلڈوریڈ ملاہت نہ زندگی کا شہر تمنا۔۔۔ میری منزل چاند کی پہاڑیوں کےادھرسایوں کی وادی طویل میں ہے ا سے واپسی ہوئی توجوکچھ دامن میں ہوگا۔۔۔۔۔۔کلیاں ،کانٹے،یا غبار،وہ پیش کروں گا۔

لیکن چاند کی پہاڑیوں سے ا نشاجی واپس لوٹے تو ا نسان کےقدم چاندپر پہنچ چکے تھےلیکن نیچے دھرتی کا احوال وہی تھاجوکچھ چاندنگر کے دیباچے میں لکھا تھا ا وروہ آج بھی ہےدھرتی ا ور دھرتی والوں کے مئلے وہی ہیں جنگ وامن، ا مارات و احتیاج،ا ستعمارومحکومیت یہا ں ملک تو آزاد ہو رہے ہیں لیکن ا نسان آزادنہیں ہورہے ا پنے دوسرے مجموعے ا س بستی کے ایک کوچے میں جو۱۹۷۶ء میں طبع ہوئی کے دیباچے میں ا نشا جی لکھتے ہیں ایک طرف ا سباب دینا کی فرا وانی ہے غلے کےگودام بھرے ہیں دودھ کی نہریں بہہ رہی ہیں دوسری طرف حبشہ ا ورچڈاریٹڑ کی جھلسی ہوئی ویرانی میں ا نسان ا ناج کے ایک دانے کے لئے جانروں کا سوکھا گوبر کریدرہا ہے اورہزاروں لاکھوں لوگ تپتے تانبے کےآسمان اٹریاں رگڑتے دم توڑرہے ہیں ۔

شاعرا ور ا دیب کے ضمیر عالم کی آواز کہلاتا ہے ا پنی ذات کے خول میں دم سادھے بیٹھا ہےا حتجاج کی مخنی صدا بھی نہیں۔ایسے میں ذ ا تی جوگ بجوگ کی دھوپ چھاؤں کا یہ مرقع پیش کرتے ہوئے ہم کیسےخوش ہوسکتے ہیں یہ ہمارے پچھلے بیس سال کا نامہ ا عمال ہے ا ب پڑھنےوالابھی حکم صادر کرے ا نشا جی کےدونوں مجموعے کلام کے درمیان بیس سال کا وقفہ تھاا ور

اور اب جب کہ اب کا تیسرا مجموعہ کلام آپ کی خدمت میں پیش کررہے ہیں وہ ہمارے درمیان موجود نہیں ہیں وہ چاند کی پہاڑیوں کے ادھر سایوں کی وادی طویل میں اتنی دور نکل گئی کہ واپسی کا امکان ہی نہیں ہے ان کے کاغذات میں سے ایک بیاض بھی ملی تھی جس کا عنوان دل وحشی تھا شاید انہوں نے اپنے تیسرے مجموعہ کلام کا عنوان سوچا تھا سواب یہ مجموعہ اسی نام سے شائع کیا جارہا ہے اس مجموعہ کلام میں جو غزلیں ،نظمیں ،شائع کی جارہی ہیں وہ انشاجی کی بیاض میں ہوئی ہیں ہوسکتا ہے ان کا ارادہ نظر ثانی کرنے کا ہو لیکن زندگی نے مہلت نہ دی ہمیں یہ جس حالت میں ملی ہیں اسی صورت میں شائع کردی ہیں بہت سی نظمیں۔ غزلیں ،نامکمل ہیں ممکن ہے خام صورت میں ہوں کچھ کے صرف ایک دو شعر ہی کہے گئے ہیں۔۔۔۔۔یہ اشعار جو ہمیں ملے ہیں انشاجی نے مختلف ادوار میں کہے ہیں اس لیے ہوسکتا ہے کہ قاری کو اس میں پہلے دور کی تازگی محسوس ہورہی درمانویت اور پرانے موسموں کی خوشبو جو چاند نگر کا خاصا ہیں اور کہیں اس پختگی کا احساس ہو جو اسبستی کے ایک کوچے میں پائی جاتی ہے لیکن مجموعی طعر پر آپ کو اس میں انشاجی کا تیسرا رنگ نظر آئے گا اس میں انہوں نے اپنے جوگ بجوگ کی سھوپ چھاؤں کا مرقع ہی نہیں انسانی زندگی کی دھوپ چھاؤں کا مرقع بھی پیش کیا ہے،

اس مجموعے میں اگر آپ کو کوئی خامی یا کمزوری نظر آئے تو اسے صرف ہم سے منسوب کیجئے گا انشاجی سے نہیں کہ اگر زندگی فا کرتی تو نہ جانے کس صورت میں آپ کے ہاتھوں میں پہنچتا

سردار محمود

محمود ریاض

طبع ششم

طبع ششم کی اشارت کے موقع پر انشاجی کی چار نظمیں اور ایک غزل کتابت شدہ صورت میں ہمیں دستیاب ہوئی ہے جنہیں ایڈیشن میں شامل کیا جارہا ہے اس لحاظ سے یہ ایڈیشن پہلے سے کہیں زیادہ اہمیت کا حامل ہو گیا ہے۔

جب عمر کی نقدی ختم ہوئی

اب عمر کی نقدی ختم ہوئی
اب ہم کو ادھار کی حاجت ہے
ہے کوئی جو ساہو کار بنے
ہے کوئی جو دیون ہار بنے
کچھ سال ،مہینے، دن لوگو
پر سود بیاج کے بن لوگو

ہاں اپنی جاں کے خزانے سے
ہاں عمر کے توشہ خانے سے
کیا کوئی بھی ساہو کار نہیں
کیا کوئی بھی دیون ہار نہیں
جب نام ادھر کا آیا
کیوں سب نے سر کو جھکایا ہے
کچھ کام ہمیں نپٹانے ہیں
جنہیں جاننے والے جانے ہیں
کچھ پیار ولار کے دھندے ہیں
کچھ جگ کے دوسرے پھندے ہیں

ہم مانگتے نہیں ہزار برس
دس پانچ برس دو چار برس
ہاں ،سود بیاج بھی دے لیں گے

ہاں اور خراج بھی دے لیں گے
آسان بنے، دشوار بنے
پر کوئی تو دیون ہار بنے

تم کون ہو تمہارا نام کیا ہے
کچھ ہم سے تم کو کام کیا ہے
کیوں اس مجمع میں آئی ہو
کچھ مانگتی ہو؟ کچھ لاتی ہو

یہ کاروبار کی باتیں ہیں
یہ نقد ادھار کی باتیں ہیں
ہم بیٹھے ہیں کشکول لیے
سب عمر کی نقدی ختم کیے
گر شعر کے رشتے آئی ہو
تب سمجھو جلد جدائی ہو

اب گیت گیا سنگیت گیا
ہاں شعر کا موسم بیت گیا
اب پت جھڑ آئی پات گریں
کچھ صبح گریں، کچھ رات گریں
یہ اپنے یار پرانے ہیں
اک عمر سے ہم کو جانے ہیں

ان سب کے پاس ہے مال بہت

ہاں عمر کے ماہ و سال بہت
ان سب کو ہم نے بلایا ہے
اور جھولی کو پھیلایا ہے
تم جاؤ ان سے بات کریں
ہم تم سے نا ملاقات کریں

کیا پانچ برس ؟
کیا عمر اپنی کے پانچ برس ؟
تم جان کی تھیلی لائی ہو ؟
کیا پاگل ہو ؟ سودائی ہو ؟
جب عمر کا آخر آتا ہے
ہر دن صدیاں بن جاتا ہے

جینے کی ہوس ہی زالی ہے
ہے کون جو اس سے خالی ہے
کیا موت سے پہلے مرنا

تم کو تو بہت کچھ کرنا ہے
پھر تم ہو ہماری کون بھلا
ہاں تم سے ہمارا رشتہ کیا ہے
کیا سود بیاج کا لالچ ہے ؟

کسی اور خراج کا لالچ ہے ؟
تم سوہنی ہو ، من موہنی ہو ؛
تم جا کر پوری عمر جیو

یہ پانچ برس، یہ چار برس
چھن جائیں تو لگیں ہزار برس

سب دوست گئے سب یار گئے
تھے جتنے ساہو کار ، گئے
بس ایک یہ ناری بیٹھی ہے
یہ کون ہے؟ کیا ہے؟ کیسی ہے؟
ہاں عمر ہمیں درکار بھی ہے؟
ہاں جینے سے ہمیں پیار بھی ہے

جب مانگیں جیون کی گھڑیاں
گستاخ آنکھوں کت جا لڑیاں
ہم قرض تمہیں لوٹا دیں گے
کچھ اور بھی گھڑیاں لا دیں گے

جو ساعت و ماہ و سال نہیں
وہ گھڑیاں جن کو زوال نہیں
لو اپنے جی میں اتار لیا
لو ہم نے تم کو ادھار لیا

انشا جی کی کیا بات بنے گی

انشا جی کیا بات بنے گی ہم لوگوں سے دور ہوئے
ہم کس دل کا روگ بنے ، کس سینے کا ناسور ہوئے
بستی بستی آگ لگی تھی ، جلنے پر مجبور ہوئے
رندوں میں کچھ بات چلی تھی شیشے چکنا چور ہوئے
لیکن تم کیوں بیٹھے بیٹھے آہ بھری رنجور ہوئے
اب تو ایک زمانہ گزرا تم سے کوئی قصور ہوئے

اے لوگو کیوں بھولی باتیں یاد کرو،کیا یاد دلاؤ
قافلے والے دور گئے ،بجھنے دوا گر بجھتا ہے الاؤ
ایک موج سے رک سکتا ہےطوفانی دریا کا بہاؤ
سمے سمے کا اک راگ ہے،سمے سمے کا اپنا بھاؤ
آس کی اجڑی پھلواری میں یادوں کے غنچے نہ کھلاؤ
پچھلے پہر کے اندھیارے میں کافوری شمعیں نہ جلاؤ

انشا جی وہی صبح کی لالی ۔انشا جی وہی شب کا سماں
تمہی خیال کی جگر مگر بھٹک رہے ہو جہاں تہاں
وہی چمن وہی گل بوٹے ہیں وہی بہاریں وہی خزاں
ایک قدم کی بات ہے یوں تو رد پہلے خوابوں کا جہاں
لیکن دور افق دیکھو لہراتا گھنگھور دھواں
بادل بادل امڈ رہا ہے سہج سہج پیچاں پیچاں

منزل دور دکھے تو راہی رہ میں بیٹھ رہے ستائے
ہم بھی تیس برس کے ماندے یونہی روپ نگر ہو آئے
روپ نگر کی راج کماری سپنوں میں آئے بہلائے
قدم قدم پر مدماتی مسکان بھیرے ہاتھ نہ آئے
چندرما مہراج کی جیوتی تارے ہیں آپس میں چھپائے
ہم بھی گھوم رہے ہیں لے کر کاسہ انگ بھبھوت رمائے
جنگل جنگل گھوم رہے ہیں رمتے جوگی سیس نوائے

تم پریوں کے راج دلارے، تم اونچے تاروں کے کوی
ہم لوگوں کے پاس یہی اجڑا انبر، اجڑتی دھرتی
تو تم اڑن کھٹولے لے کر پہنچو تاروں کی نگری
ہم لوگوں کی روح کمر تک دھرتی کی دلدل میں پھنسی
تم پھولوں کی سیجیں ڈھونڈو اور ندیاں سنگیت بھری
ہم پت جھڑ کی اجڑی بیلیں، زرد زرد الجھی الجھی

ہم وہ لوگ ہیں گنتے تھے تو کل تک جن کو پیاروں میں
حال ہمارا سنتے تھے تو لوٹتے تھے انگاروں میں
آج بھی کتنے ناگ چھپے ہیں دشمن کے بمباروں میں
آتے ہیں نیپام اگلتے وحشی سبزہ زاروں میں
آہ سی بھر کے رہ جاتے ہو بیٹھ کے دنیا داروں میں
حال ہمارا چھپتا ہے جب خبروں میں اخباروں میں

اوروں کی تو باتیں چھوڑا، اور تو جانے کیا کیا تھے
رستم سے کچھ اور دلاور بھیم سے بڑھ کر جودھا تھے
لیکن ہم بھی تند بپھرتی موجوں کا اک دھارا تھے

انیائے کے سوکھے جنگل کو جھلساتی جوالا تھے
نا ہم اتنے چپ چپ تھے تب، نا ہم اتنے تنہا تھے
اپنی ذات میں راجا تھےہم اپنی ذات میں سینہ تھے
طوفانوں کا ریلا تھے ہم ،بلوانوں کی سینا تھے

پھر تمہارا خط آیا

شام حسرتوں کی شام
رات تھی جدائی کی
صبح صبح ہر کارہ
ڈاک سے ہوائی کی
نامہ وفا لایا

پھر تمہارا خط آیا

پھر کبھی نہ آؤنگی
موجۂ صبا ہو تم
سب کو بھول جاؤنگی
سخت بے وفا ہو تم
دشمنوں نے فرمایا
دوستوں نے سمجھایا

پھر تمہارا خط آیا

ہم تو جان بیٹھے تھے
ہم تو مان بیٹھے تھے
تیری طلعت زیبا
تیرا دید کا وعدہ
تیری زلف کی خوشبو
دشت دور کے آہو
سب فریب سب مایا

پھر تمہارا خط آیا

ساتویں سمندر کے
ساحلوں سے کیوں تم نے
پھر مجھے صدا دی ہے
دعوت وفا دی ہے
تیرے عشق میں جانی
اور ہم نے کیا پایا
درد کی دوا پلائی
دردِ لادوا پایا

کیوں تمہارا خط آیا

کیوں نام ہم اس کے بتلائیں

تم اس لڑکی کو دیکھتے ہو
تم اس لڑکی کو جانتے ہو
وہ اجلی گوری ؟ نہیں نہیں
وہ مست چکوری نہیں نہیں
وہ جس کا کرتا نیلا ہے؟
وہ جس کا آنچل پیلا ہے ؟
وہ جس کی آنکھ پہ چشمہ ہے
وہ جس کے ماتھے ٹیکا ہے
ان سب سے الگ ان سب سے پرے
وہ گھاس پہ نیچے بیلوں کے
کیا گول مٹول سا چہرہ ہے
جو ہر دم ہنستا رہتا ہے
کچھ چتان ہیں البیلے سے
کچھ اس کے نین نشیلے سے
اس وقت مگر سوچوں میں مگن
وہ سانولی صورت کی ناگن
کیا بے خبرانہ بیٹھی ہے
یہ گیت اسی کا درپن ہے
یہ گیت ہمارا جیون ہے
ہم اس ناگن کے گھائل تھے
ہم اس کے مسائل تھے
جب شعر ہماری سنتی تھی

خاموش دوپٹا چنتی تھی
جب وحشت اسے ستاتی تھی
کیا ہرنی سی بن جاتی تھی
یہ جتنے بستی والے تھے
اس چنچل کے متوالے تھے
اس گھر میں کتنے سالوں کی
تھی بیٹھک چاہنے والوں کی
گو پیار کی گنگا بہتی تھی
وہ نار ہی ہم سے کہتی تھی
یہ لوگ تو محض سہارے ہیں
انشا جی ہم تو تمہارے ہیں
اب اور کسی کی چاہت کا
کرتی ہے بہانا --- بیٹھی ہے

ہم نے بھی کہا دل نے بھی کہا
دیکھو یہ زمانہ ٹھیک نہیں
یوں پیار بڑھانا ٹھیک نہیں
نا دل مانا ، نا ہم مانے
انجام تو سب دنیا والے جانے
جو ہم سے ہماری وحشت کا
سنتی ہے فسانہ بیٹھی ہے
ہم جس کے لئے پردیس پھریں
جوگی کا بدل کر بھیس پھریں
چاہت کے نرالے گیت لکھیں
جی موہنے والے گیت لکھیں
اس شہر کے ایک گھروندے میں

اس بستی کے اک کونے میں.
کیا بے خبرانہ بیٹھی ہے
اس درد کو اب چپ چاپ سہو
انشا جی لہو تو اس سے کہو
جو چتون کی شکلوں میں لیے
آنکھوں میں لیے ،ہونٹوں میں لیے
خوشبو کا زمانہ بیٹھی ہے
لوگ آپ ہی آپ سمجھ جائیں
کیوں نام ہم اس کا بتلائیں
ہم جس کے لیے پردیس پھرے
چاہت کے نرالے گیت لکھے
جی موہنے والے گیت لکھے
جوسب کے لیے دامن میں بھرے
خوشیوں کا خزانہ بیٹھی ہے
جو خار بھی ہے اور خوشبو بھی
جو درد بھی ہے اور دارو بھی
لوگ آپ ہی آپ سمجھ جائیں
کیوں نام ہم اس کا بتلائیں
وہ کل بھی ملنے آئی تھی
وہ آج بھی ملنے آئی ہے
جو اپنی نہیں پرائی ہے

دور تمہارا دیس ہے مجھ سے

دور تمہارا دیس ہے مجھ سے اور تمہاری بولی ہے
پھر بھی تمہارے باغ ہیں لیکن من کی کھڑکی کھولی ہے
آؤ کہ پل بھر مل کے بیٹھیں بات سنیں اور بات کہیں
من کی بیتا ،تن کا دکھڑا ، دنیا کے حالات کہیں
اس دھرتی پر اس دھرتی کے بیٹوں کا کیا حال ہوا
رستے بستے ہنستے جگ میں جینا کیوں جنجال ہوا
کیوں دھرتی پہ ہم لوگوں کے خون کی نسدن ہولی ہے
سچ پوچھو تو یہ کہنے کو آج یہ کھڑکی کھولی ہے
بیلا دیوی آج ہزاروں گھاؤ تمہارے تن من ہیں
جانتا ہوں میں جان تمہاری بندھن میں کڑے بندھن میں
روگ تمہارا جانے کتنے سینوں میں بس گھول گیا
دور ہزاروں کوس پہ بیٹھے ساتھی کا من ڈول گیا
یاد ہیں تم کو سانجھے دکھ نے بنگالے کے کال کے دن
راتیں دکھ ور بھوک کی راتیں دن جی کے جنجال کے دن
تب بھی آگ بھری تھی من میں اب بھی آگ بھری ہے من میں
میں تو یہ سوچوں آگ ہی آگ ہے اس جیون میں

اب سو نہیں جانا چاہے رات کہیں تک جائے
ان کا ہاتھ کہیں تک جائے اپنی بات کہیں تک جائے
سانجھی دھرتی سانجھا سورج ،سانجھے چاند اور تارے ہیں
سانجھی ہیں سبھی دکھ کی ساری باتیں سانجھے درد ہمارے

گولی لاٹھی ہیسہ شاسن دھن دانوں کے لاکھ سہارے
وقت پڑیں کس کو پکاریں جنم جنم کے بھوک کے مارے
برس برس برسات کا بادل ندیا سی بن جائے گا
دریا بھی اسے لوگ کہیں گے ساگر بھی کہلائے گا
جنم جنم کے ترسے من کی کھیتی پھر بھی ترسے گی
کہنے کو یہ روپ کی برکھا پورب پچھّم برسے گی
جس کے بھاگ سکندر ہوں گے بے مانگے بھی پائے گا
آنچل کو ترسانے والا خود دامن پھیلائے گا

انشا جی یہ رام کہانی پیت پہلی بوجھے کون
نام لیے بن لاکھ پکاریں بوجھ سہیلی بوجھے کون
وہ جس کے من کے آنگن میں یادوں کی دیواریں ہوں
لاکھ کہیں ہوں روپ جھروکے، لاکھ البیلی ناریں ہوں
اس کو تو ترسانے والا جنم جنم ترسائے گا
کب وہ پیاس بجھانے والا پیاس بجھانے آئے گا

اے دل دیوانہ

مہجور ہے دکھانا ؟
رنجور ہے دکھانا ؟
اپنے سے غافل تھا
ان کو بھی نہ پہچانا
کیوں اے دل دیوانہ

وہ آپ بھی آتے تھے
ہم کو بھی بلاتے تھے
کل تک جو حقیقت تھی
کیوں آج ہے افسانہ
ہاں اے دل دیوانہ

وہ آج کی محفل میں
ہم کو بھی نہ پہچانا
کیا سوچ لیا دل میں
کیوں ہو گیا بیگانہ
کیوں اے دل دیوانہ

ہاں کل سے نہ جائیں گے
پر آج تو ہو آئیں
ہاں رات کے دریا میں

مہتاب ڈبو آئیں
وہ بھی ترا فرمانا
ہاں اے دل دیوانا

ہاں اے دل دیوانا

وہ آج کی محفل میں
ہم کو بھی نہ پہچانا
کیا سوچ لیا دل میں
کیوں ہو گیا بیگانہ
ہاں اے دل دیوانا

وہ آپ بھی آتے تھے
ہم کو بھی بلاتے تھے
کس چاہ سے ملتے تھے
کیا پیار جتاتے تھے
کل تک جو حقیقت تھی
کیوں آج ہے افسانہ
ہاں اے دل دیوانا

بس ختم ہوا قصہ
اب ذکر نہ ہو اسکا
وہ شخص وفا دشمن
اب اس سے نہیں ملنا
گھر اس کے نہیں جانا
ہاں اے دل دیوانا
ہاں کل سے نہ جائیں گے

پر آج تو ہو آئیں
اس کو نہیں پاسکتے
اپنے ہی کو کھو آئیں
تو باز نہ آئے گا
مشکل تجھے سمجھانا
وہ بھی ترا کہنا تھا
یہ بھی ترا فرمانا
چل اے دل دیوانا

جنوری کی سرد راتیں ہیں طویل

دل بہلنے کی نہیں کوئی سبیل
جنوری کی سرد راتیں ہیں طویل
ڈالتا ہوں اپنے ماضی پر نگاہ
گاہے گاہے کھینچتا ہوں سرد آہ
کس طرح اب دل کو رہ پر لاؤں میں
کس بہانے سے اسے بھولاؤں میں
سب کو محو خواب راحت چھوڑ کے
نیندآتی ہے مرے شبستاں میں مرے
مجھ کو سوتے دیکھ کر آتا ہے کوئی
میرے سینے سے چمٹ جاتا ہے کوئی
دیکھتا ہوں آکے اکثر ہوش میں
کوئی ظالم ہے مری آغوش میں
خود کو مگر تنہا ہی پاتا ہوں میں
پھر گھڑی بھر بعد سوجاتا ہوں میں
پھر کسی کو دیکھتا ہوں خواب میں
اس دفعہ پہچان لیتا ہوں تمہیں
بھاگ جاتے ہو قریب صبحدم
چھوڑ دیتے ہو رہین رنج و غم
مجھ کو تم سے عشق تھا مدت ہوئی
ان دنوں تم کو بھی الفت مجھ سے تھی
کم نگاہی اقتصائے سال وسن
کیا ہوئی تھی بات جانے ایک دن

بند اپنا آنا جانا ہوگیا
اور اس پر اک زمانا ہوگیا
تم غلط سمجھے ہوا میں بد گماں
بات چھوٹی تھی مگر پہنچی کہاں

جلد ہی میں تو پشیماں ہوگیا
تم کو بھی احساس کچھ ایسا ہوا
نشہ پندار میں لیکن تھے مست
تھی گراں دونو پہ تسلیم شکست
ہجر کے صحرا کو طے کرنا پڑا
مل گیا تھا رہنما امید سا
ہے مری جرات کی اصل اب بھی یہی
دل یہ کہتا ہے کہ دیکھیں تو سہی

جس میں اترا تھا ہمارا کارواں
اب بھی ممکن ہے وہ خالی ہو مکاں
آج تک دیتے رہے دل کو فریب
اب نہیں ممکن ذرا تابِ شکیب
آؤ میرے دیدہ تر میں رہو
آؤ اس اجڑے ہوئے گھر میں رہو
حوصلے سے میں پہل کرتا تو ہوں
دل میں اتنا سوچ کر ڈرتا بھی ہوں
تم نہ ٹھکرا دو مری دعوت کہیں
میں یہ سمجھوں گا اگر کہہ دو نہیں
گردش ایام کو لوٹا لیا
میں نے جو کھو دیا تھا پالیا

تلا بخلی

تو جو کہے تجدید محبت میں تو مجھے کچھ عار نہیں
دل ہے بکار خویش ذرا ہشیار ،ابھی تیار نہیں
صحرا جو عشق جنوں پیشہ نے دکھائے دیکھ چکا
مدوجزر کی لہریں گھٹتے بڑھتے سائے دیکھ چکا
عقل کا فرمانا ہے کہ اب اس دام حسیں سے دور ہوں
زنداں کی دیواروں سے سر پھوڑ مرا نوخیز جنوں
صحبت اول ہی میں شکست جرات تنہا دیکھ چکا

(۲)

کاوش نغمہ رنگ اثر سے عاری کی عاری ہی رہی
جلوہ گری تیری بھی نشاط روح کا ساماں ہو نہ سکی
سوچ رہا ہوں کتنی تمناؤں کو لیے آیا تھا یہا ں
مجھ پہ نگاہ لطف تری اب بھی ہے مگر پہلی سی کہاں
آج میں ساقی یاد ہوں تجھ کو درد تہ ساغر کے لیے
کل کی خبر ہے کس کو بھلا اتنا بھی رہے کل یا نہ رہے
دھند کے بادل چھوٹ رہے ہیں ٹوٹتے جاتے ہیں افسو
سوچ رہا ہوں کیوں نہ اسی بے کیف فضا میں لوٹ چلوں
ساقی رعنا تجھ سے یہی کم آگہی کا شکوہ ہی رہا

کاوش نغمہ رنگ اثر سے عاری کی عاری ہی رہی
حیلہ گری تیری بھی نشاط روح کا ساماں ہو نہ سکی

لذت و زیرو بم سے رہی محروم نوائے بربط و نے
ڈھل نہ سکے آہنگ میں خالے آنہ سکی فریاد میں لے
کر دیکھی ہر رنگ میں تو نے سعی نشاط سوزدروں
پھر بھی اے مطرب خلوت محمل میں رہی لیلائے سکوں
کشتی آوارہ کوکسی ساحل کا سہارا مل نہ سکا

دیکھ چکا انجام تمنا ، جان تمنا تو ہی بتا
ہے یہی نشہ غایت صہبا ساقی رعنا تو ہی بتا
چارہ غم تھا دعوی نغمہ ،خالق نغمہ تو ہی بتا
حسن کا احساں اٹھ نہ سکے تو عشق کا سودا چھوڑ نہ دوں
کیف بقدر ہوش نہ ہو تو ساغر صہبا پھوڑ نہ دوں
بربط و نے سے کچھ نہ بنے تو بربط و نے کوتوڑ دوں
قطع جنوں میں جرم ہی کیا ہے پھر مری لیلی تو ہی بتا

عجب اک سانحہ سا ہو گیا ہے

شبوں کو نیند آتی ہی نہیں ہے
طبیعت چین پاتی ہی نہیں ہے
بہت روئے اب آنسو ہیں گراں یاب
کہاں ڈوبا ہے جا کے دل کا مہتاب
ستارے صبح خنداں کے ستارے
بھلا اتنی بھی جلدی کیا ہے پیارے
کبھی پوچھا بھی تو نے ۔۔۔کس کو چاہیں

لے پھرتے ہیں ویراں سی نگاہیں
ہماری جاں پہ کیوں ہیں صدمے بھاری
نفس کا سوز ، دل کی بے قراری
خبر بھی ہے ہمارا حال کیا ہے
عجب اک سانحہ سا ہو گیا ہے
حکایت ہے ابھی پچھلے دنوں کی
کوئی لڑکی تھی ننھی کامنی سی
گلے زیبا قبائے ، نو بہارے
سیہ آنچل میں اوشا کے ستارے
بہت صبحوں کی باتیں تھیں انیلی
بہت یادوں کی باتیں تھی انیلی
کبھی سامان تھے دل کے توڑنیکے
کبھی پیمان تھے پھر سے جوڑنے کے
عجب تھا طنز کرنے کا بہانا
نہ تم انشا جی ہم کو بھول جانا
بہت خوش تھے کے خوش رہنے کے دن تھے
بہر ساعت غزل کہنے کے دن تھے
زمانے نے نیا رخ یوں دیا
اسے ہم سے ہمیں اس سے چھڑایا
پلٹ کر بھی نہ دیکھا پھر کسی نے
اسی عالم میں گزرے دو مہینے
مگر ہم کیسی رو میں بہ چلے ہیں
نہ کہنے کی ہیں باتیں کہہ چلے ہیں
ستارے صبح روشن کے ستارے

تجھے کیا ہم اگر روتے ہیں پیارے
ہمارے غم ہمارے غم رہیں گے
ہم اپنا حال تجھ سے نہ کہیں گے
گزر بھی جا کہ یاں کھٹکا ہوا ہے
عجب اک سانحہ سا ہو گیا ہے

اندھی شبو ؛ بے قرار راتو

اندھی شبو ؛ بے قرار راتو ؛
اب تو کوئی جگمگاتا جگنو
اب کوئی تمتماتا مہتاب
اب تو کوئی مہرباں ستارہ
گلیوں میں قریب شام ہر روز
لگتا ہے جو صورتوں کا میلہ
آتا ہے جو قامتوں کا ریلا
کہتی ہیں حیرتی نگاہیں
کس کس کو ہجوم میں سے چاہیں
لیکن یہ تمام لوگ کیا ہیں
اپنے سے دور ہیں جدا ہیں
ہم نے بھی تو جی کو خاک کر کے
دامان شکیب چاک کر کے
وحشت ہی کا آسرا لیا تھا
جینے کو جنوں بنا لیا تھا
اچھا نہ کیا۔۔۔مگر کیا تو
اندھی شبو ، بے قرار راتو

کب تک یونہی محفلوں کے پھیرے
اچھے نہیں جی کے یہ اندھیرے
اب تو کوئی بھی دید نہیں ہے
ہونے کی بھی امید نہیں ہے
ہم بھی تو عہد پاستاں ہیں
ماضی کے ہزار داستاں ہیں
پیماں کے ہزار باغ توڑے
دامانِ وفا پہ داغ چھوڑے
دیکھیں جو انا کے روزنوں سے
پیچھے کہیں دور دور مدھم
پراں ہیں خلا کی وسعتوں میں

اب بھی کئی ٹمٹماتے جگنو
اب بھی کئی ڈبڈباتے مہتاب
اب بھی کئی دستاں ستارے
آزردہ بحال، طپاں ستارے
پیچھے کو نظر ہزار بھاگے
لوگو رہ زندگی ہے آگے
جتنے یہاں راز دار غم ہیں
تارے ہیں کہ چاند ہے کہ ہم ہیں
ان کا تو اصول ہے یہ بانکے
اس دل میں نہ اور کوئی جھانکے
خالی ہوئے جام عاشقی کے
اکھڑے ہیں خیام عاشقی کے
قصے ہیں تمام عاشقی کے

واردات

رات پھر ان کا انتظار رہا
رات پھر گاڑیاں گزرتی ہیں
وہ کوئی دم میں آئے جاتے ہیں
راہیں سرگوشیاں ہی کرتی رہیں
ایک امید باز دید جو تھی
دل کبھی یاس آشنا نہ ہوا
کب ہوئے وہ نگاہ سے اوجھل
کب انھیں سامنے نہیں پایا
رات پھر میں نے ان سے باتیں کی
رات تک میرے پاس تھے گویا
ہونٹ، رخسار، کاکلیں، باہیں
ایک اک چھو کے دیکھ سکتا تھا
پڑگیا سست رات کا جادو
دیکھتے دیکھتے سماں بدلا
ہولے ہولے سرک گئے تارے
چاند کا رنگ پڑ گیا پھیکا
اور پھر مشرقی جھروکے سے
صبحدم آفتاب نے جھانکا
در پہ باہر کسی نے دستک دی
(ڈاکیا ڈاک لے کے آیا تھا)
ایک دو ہی تو لفظ تھے خط میں
اب سکوں آشنا ہیں دیدہ و دل

اب کریں انتظار تو کس کا
وہ حسیں ہونٹ وہ حسیں آنکھیں
پھول سا جسم چاند سا چہرہ
عنبریں زلفیں ، مخملیں باہیں
آج تک جن کا لمس ناقی تھا
اب فقط ان کی یاد باقی ہے
لٹ گیا عشق کا سرو ساماں
شہر امید ہو گیا ہے ویراں
اس کی اک روئدار باقی ہے
ایک اجڑ سواد باقی ہے

شام ہوئی ہے

شام ہوئی ہے ڈگرڈگر میں پچھلی شب کی سیائی ہے
پچھّم اور کبھی کا ڈوبا ،چار پہر کا راہی ہے
آج کا دن بھی آخر بنتا جگ جگ کا جنجال لیے
اندھیارینے ایک جھپٹ میں چاروں کوٹ سنبھال لیے
رات نے خیمے ڈیرے ڈالے ہولے ہولے کہاں کہاں
پورب پچھّم اتر دکھن ،پھیلا کالا بھبھوت دھواں
سانجھ سے کی چھایا بیری ،اس کا ناش ناش ہو
دھندکا پھندا جگ جگ پھیلا اندھار نیل آکاش ہوا
سہا سہا ریل کے کالے پل پر دیر سے بیٹھا ہوں
سوچ رہا ہوں سیر تو ہولی ٹھروں یا گھر لوٹ چلوں
شنٹ کے انجن دھواں اڑاتے آتے ہیں کھیچاتے ہیں
رنگ برنگے سگنل ان کو کیا کیا ناچ نچاتے ہیں

جنگلے پر پل کو جھکا اور انگلیوں سے اسے تھپکایا
کوئی مسافر مزے مزے میں پیت کا گیت الاپ چلا
چھاؤنی کے ایک کمپ کا گھنٹہ ٹن ٹن آٹھ بجاتا ہے
شنٹ انجن دھواں اڑاتا آتا ہے کبھی جاتا ہے
آج کی رات اماوس ہے آج گگن پر چاند نہیں
تبھی تو سائے گھنے گھنے ہیں تبھی ستارے ماند نہیں
تبھی تو من میں پھیل چلا الجھا الجھا سوچ کا جال
کل کی یادیں آج کی فکریں آنے والے کل کا خیال
کال کی باتیں کھیتی کھیتی ،بستی بستی ،گلی گلی
جنگ کے چرچے محفل محفل ،گدھوں کی تقدیر بھلی
ایک پہر سے اوپر گزرا سورج کو است ہوئے
کھیت کے جھینگر سوندھی سوندھی خوشبو پا کر مست ہوئے

تن تن تن تن ،دب دب دب دب الجھی الجھی دبی دبی
ایک بجے کی نوبت شاید وقت سے پہلے بج اٹھی
طوفانی جیکاروں کا اک شور سر صحرا اٹھا
کان بجے یا دشت میں گونجی گھوڑوں کی ٹاپوں کی صدا
کوچ کرو دل دھڑکے بولے پچھّم کو اٹھ جانا ہے
کمپ کنارے باجا باجے دور کا دیس بسانا ہے
ایک سجیلی بستی دائیں ،ایک البیلا رستہ بائیں
دیر سے کالے پل پہ کھڑے ہیں اے دل آج کدھر کو جائیں
لہک لہک کر قرنق چیخے دل کے تئیں بلو ان کرے
کھن کھن کھن کھن کھنڈا باجے کیا کیا کتھا بیان کرے
اجلی خندق اپنے ہی جیالوں کے لہو میں نہائی ہے
جیت نے جھلسی ویرانی کی شوبھا اور بڑھائی ہے

تحقیق

تھوڑی کڑوی ضرور ہے بابا
اپنے غم کا مگر مداوا ہے
ذائقہ کا قصور ہے بابا
تلخ و شیریں میں فاصلہ کیا ہے

رنگ و روغن کو سال و سن کو نہ دیکھ
پیڑ گننا کہ آم کھانا ہے
عمر گزری ہے خانقاہوں میں
ایک شب یاں گزار جانا ہے

حسن مختوم خوب تھا بابا
کاش حصے میں آپ کے آسکتا
عشق معصوم کیا کہا بابا
کاش میں یہ فریب کھا سکتا

حسن کامل عیار عشق نفیس
سب مراحل سے گزر چکا ہوں میں
دل خریدا تھا کبھی ان کا
اب فقط اتنا جانتا ہوں میں

ایک رنگین خواب تھے بابا
موجہ ہائے سراب تھے بابا
ورنہ سرحد پہ تشنہ کامی کی
مئے رنگیں ہے سادہ پانی ہے
شرط حسن و وفا اضافی ہے
قید تسکین نفس کافی ہے

سونا شہر

کہنہ صدیوں کی افسوں زدہ خامشی   تنگ گلیوں کی پہنائی میں چھائی ہے
ایک ویرانی جاو داں و جلی   ساتویں آسماں سے اتر آئی ہے

ایک کہرا ہے پھیلا ہوا دور تک   پھول بن میں نہ پیلی ہری کھتیاں
ایک مدنخ کی دیوار کے اس طرف   چیلیں منڈلا رہی ہیں یہاں سے وہاں

گھاٹ خالی ہے پانی سے اترا ہوا   کوئی ملح بیٹھا نہیں ناؤ میں
دھندلا دھندلا افق کھو گیا ہے کہیں   دیواروں کے جھنڈوں کے پھیلاؤ

زنگ رو دو کش سرنگوں ہو گئے   جیسے ہاری ہوئی فوج کے سنتری
سونے آنگن میں الجھی ہوئی گھاس   بام چھانے میں کیوں ویراتنی کری

ایک قسمت کا مارا ہوا کارواں   جانے کس دیس سے جانے کس شہر سے
ہانپتا کانپتا آ گیا ہے یہاں   خالی فردا کی خالی امیدیں لیے

ٹھنڈے چولھوں میں ٹھٹری ہوئی آگ ہے   بیکراں درد چہروں پہ پر قوم ہے
کب ٹھکانا ملے کب جنازہ اٹھے   کوئی بتلائے کیا، کس کو معلوم ہے

شہر آباد تھے گاؤں آباد تھے   عالم رنگ و بو تھا یہیں دوستو
کارگاہوں میں تھا شور محشر بپا   یہ بہت دن کی باتیں نہیں دوستو

کون آیا تھا یہ کیا کر گیا   لے گیا کون دھرتی کی تابندگی

جنگلوں میں سے گزرے تو چیخ ہوا زندگی، زندگی ، زندگی ، زندگی

کونسی نہر کوب سا باغ ہے کون سے پات ہیں کون سا پھول ہے
زندگانی کے دامن کے پھیلاؤ میں دشت کے خار ہیں دشت کی دھول ہیں

موٹروں گاڑیوں پیدلوں میں کوئی طاقت و عزم رفتار باقی ہے
کس کے ایماء ارشاد کے منتظر مدتوں سے کھڑے ہیں وہیں کے وہیں

راہ گیروں کے اٹھے قدم تھم گئے سحر نا وقت نے بے خبر آلیا
جانے والے جہاں تھے وہیں جم گئے آگے جانے کا جب راستہ نہ ملا

چوک پہ آکے سیل زماں رک گیا چوک پر آکے سب راستے کھو گئے
اک سپاہی چلیپا کی صورت کھڑا سرخ پگڑی ہے سر جمائے ہوئے

مومی شمعوں کی لوئیں لرزنے لگیں محفلوں کا اجالا گیا ، سو گیا
آمد آمد ہے بلوان طوفان کی دیکھنا ، دیکھنا ، دیکھنا ، دیکھنا

مہر سے چاند تارے الجھنے لگے آندھیوں سے غبارے الجھنے لگے
کیسے وحشت کے مارے الجھنے لگے ایک دشمن سے سارے الجھنے لگے

آرتی کے لیے منتظر ہے جہاں
گوشت اور خون کے سرد و جامد بتو
اپنی آنکھوں کی پھیلاؤ تو پتلیاں
کچھ تو بولو زبانوں سے کچھ تو کہو

ودیالہ سے رام نگر تک

ودیالہ سے رام نگر تک
گرد کا کہرا پھیلا پھیلا
تاروں کی لو پھیکی پھیکی
چاند کا چہرا میلا میلا
انشا جی اس چاند رات میں
کرتے ہوئے کشتی کی سواری
پھر کب آؤ، پھر کب آؤ
کاشی کی ہر بات ہے نیاری
اسی گنگا کا پانی پی کر
اسی کاشی میں بڑھے پلے ہیں
ہمرے کون دلدر چھوٹے
ہمرے کتنے پاپ کٹے ہیں
ان چوبون کو درشن دیویں
رام کبھی کبھی شام مراری
ہم لوگوں کی سار نہ لیویں
کاشی کی ہر بات ہے نیاری
کھیت کھیت میں ٹھا کر لوٹیں
پینٹھ پینٹھ میں بنجارے ہیں
مندر مندر لو بھی باہمن
گھاٹ گھاٹ پر ہر کارے ہیں
ایک طرف سرکار کے پیارے
ایک طرف یہ دھن کے پجاری
بندے بھی بھگوان بھی دشمن

کاشی کی ہر بات ہے نیاری
جھونکے متوالی پر واکے
پرات کال دریا کا کہتا
ڈال ڈال گاتے ہوئے پنچھی
ترل ترل بہتی ہوئی دھار
پورب اور گگن پر کرنیں
پنکھ سنہرے تول رہی ہیں
رات کے اندھیارے کی گرنیں
ایک اک کر کے کھول رہی ہے
رکشا والے بگ ٹٹ بھاگے
اسٹیشن سے لیے سواری
آج تو ہم نے بھی آدیکھی
کاشی کی ہر بات ہے نیاری
دور دور کے یاتریوں کے
گھاٹ گھاٹ پر ڈیرے ڈالے
پنڈت پنڈت نو کا والے
امڈ پڑے کی گٹھڑی کو ڈبونے
ہم بھی پنجا دیس سے آئے
جیون کا دکھ کون بتائے
جیون کا دکھ سہا نہ جائے
ہم لوگوں پر کشٹ پڑا ہے
ہم لوگوں پر وقت بھاری ہے
لیکن کس کو کون بتائے
کاشی کی ہر بات ہے نیاری

چپوست

جب درد کا دل پر پہرا ہو
اور جب یاد کا گھاؤ گہرا ہو
آجائے گا آرام
چپوست نام
چپوست نام
یہ بات تو ظاہر ہے بھائی
ہے عشق کا حاصل رسوائی
پر سوچو کیوں انجام
چپوست نام
چپوست نام
یہ عمر کسی پر مرنے کی
کچھ بیت گئی کچھ بیتے گی
وہ پکی ہے تم خام
چپوست نام
چپوست نام
جب عشق کا درد تم بھرتے ہو
کیوں ہجر کے شکوے کرتے ہو
یہ عشق کا ہے انعام
چپوست نام
چپوست نام
سب اول اول گھبراتے ہیں
سب آخر آخر لے آتے
اس کافر پر اسلام
چپوست نام

جپوست نام

اب چھوڑ کے بیٹھو چپکے سے

سب جھگڑے دین اور دنیا کے

آتی ہے وہ خوش اندام

جپوست نام

جپوست نام

جہاں میر سفر ،وزیر بھی ہے

اس بھیڑ میں ایک فقیر بھی ہے

اور اس کا ہے یہ کلام

جپوست نام

جپوست نام

چار پہر کی رات

جھوٹی سچی مجبوری پر لال دلھن نے کھینچا ہات

باجے گاجے بجتے رہے پر لوٹ گئی ساجن کی برات

سکھیوں نے اتنا بھی نہ دیکھا ٹوٹ گئے کیا کیا سنجوگ

ڈھولک پر چاندی کے چوڑے چھنکاتے میں کاٹی رات

بھاری پردوں کے پیچھے کی چھایا کو معلوم نہ تھا

آج سے بیگانہ ہوتا ہے کس کا دامن کس کا ہات

میلے آنسو ڈھلکے جھومر،اجلی چادر سونی سیج

اوشا دیوی یوں دیکھ رہی ہو کس کی محبت کی سوغات

چاند کے اجیالے پی نہ جاؤ موم کی یہ شمعیں نہ بجھاؤ

باہر کے سورج نہ بلاؤ جلنے دو تنکے کے الاؤ

کس مہندی کا رنگ ہوا یہ کس سہرے کے پھول ہوئے

بوجھنے والے بوجھ ہی لیں گے لاکھ نہ بولو لاکھ چھپاؤ

ہم کو کیا معلوم نہیں سمجھوں کو ناحق سمجھاؤ

جیسے کل کی بات ہوجانی پیت کے سب پیمان ہوئے

پردے اڑیں دریچے کانپیں پروا کے جھونکے آئیں جائیں

سانجھ سمے کے شوکتے جنگل کس کو پکاریں کس کو بلائیں

درد کی آنچ جگر کو جلائے پلکیں نہ جھپکیں نیند نہ آئے

روگ کے کیڑے سینہ چاٹیں زخموں کی دیواریں سہلائیں

یاد کے دوار کو تیغہ کر دو جگہ جگہ پہرے بٹھلا دو

اجبنی بنجاروں سے کہہ و پیت نگر کی راہ نہ آئیں

انشا جی اک بات جو پوچھیں تم نے کسی سے عشق کیا ہے

ہم بھی تو سمجھیں ہم بھی تو جانیں عشق میں ایسا کیا ہوتا ہے

مفت میں جان گنوا لیتے ہیں ہم نے تو ایسا سن رکھا ہے

نام و مقدم ہمیں بتلائیں آپ نہ اپنے جی کو دکھائیں

ہم ابھی مشکیں باندھ کے لائیں کون وہ ایسا ماہ لقا ہے

سانس میں پھانس جگر میں کانٹے سینہ لال گلال نہ پوچھ

اتنے دنوں کے بعد تو پیارے بیماروں کا حال نہ پوچھ

کیسے کٹے جیسے بھی کٹے اب اور بڑھے گا ملال نہ پوچھ

قرنوں اور جگنوں پر بھاری مہجوری کے سال نہ پوچھ

جن تاروں کی چھاؤں میں ہم نے دیکھے تھے وہ سکھ کے خواب

کیسے ان تاروں نے بگاڑی اپنی ہماری چال نہ پوچھ

پہلا سجدہ

وہ ارمانوں کی اجڑی ہوئی بستی

پھر آج آباد ہوتی جا رہی ہے

جہاں سے کاروان شوق گزرے

نہ جانے کتنی مدت ہوگئی ہے

پلا تھا صحبت اہل حرم میں
میں برسوں سے تبستاں آشنا تھا
بنی لیکن خدا سے نہ بتوں سے
میں دونوں آستانوں سے خفا تھا
مگر کچھ اور ہی عالم ہے اب تو
میں اپنی حیرتوں میں کھو گیا ہوں
مجسم ہو گئے ہیں حسن و جبروت
مجھے لینا میں بہکا جا رہا ہوں
کوئی یزداں ہو بت ہو آدمی ہو
اضافی قیمتوں سے ماورا ہوں
میں پہلی بار سجدہ کر رہا ہوں

سعیِ رائیگاں

کتنی ٹھنڈک ہے یہیں نہر کنارے بیٹھیں
دل بہل جائے گا اس میں بھی ہے مشکل کوئی
ننھے بزغالوں کی سبزے پہ کلیلیں دیکھیں
اپنے سواگت کو پون آئی ہے دھیمی دھیمی
کتنے اندوہ سے کر پایا ہوں ان کو رخصت
وہ بھی افسردہ و مضطر تھا نگاہیں بھی غمیں

سند با ادب کے تو ہمراہ مجھے بھی لے چل
(دل جو بہلا تو کتابوں ہی میں آکر بہلا)
میں تیرے ساتھ زمانے کی نظر سے اوجھل

لے کے چلتا ہوں خیالوں کا سفینہ اپنا

کیا خبر اب میں انھیں یاد بھی ہوں گا کہ نہیں

کاش میں نے ہی انھیں ایسے نہ چاہا ہوتا

کتنے ہنگاموں سے آباد ہیں گلیاں بازار

(کلفتیں شہر کے ماحول نے دھوئیں دل سے)

آج ہر چیز کی صورت پہ انوکھا ہے نکھار

اتنے چہرے ہیں کہ پہلے کبھی دیکھے بھی نہ تھے

اتفاقات سے بچھڑے ہوئے ملتے ہیں کہیں

خام امیدوں سے بہلاؤں کا دل کو کیسے؟

خام امیدوں سے بہلاؤں گا دل کو کیسے

اتفاقات سے بچھڑے ہوئے ملتے ہیں کہیں

کتنے اندوہ سے کر پایا ہوں ان کو رخصت

دل بھی افسردہ ومضطر تھا نگاہیں بھی غمیں

کاش میں نے انھیں ایسے نہ چاہا ہوتا

اب تو شاید میں انھیں یاد بھی آؤں کہ نہیں

حفاظتی بند باندھ لیجئے

ہم میں آوارہ سو بو لوگو

جیسے جنگل میں رنگ و بو لوگو

ساعت چند کے مسافر سے

کوئی دم اور گفتگو لوگو

تھے تمہاری طرح کبھی ہم بھی

رنگ و نکہت کی آبرو لوگو

قریہ عاشقی ہراچہ و دل

گھر ہمارے بھی تھے کبھی لوگو

وقت ہوتا تو آرزو کرتے

جانے کس شے کی آرزو لوگو
تاب ہوتی تو جستجو کرتے
جانے کس کس کی جستجو لوگو
کوئی منزل نہیں روانا ہیں
ہم مسافر میں بے ٹھکانا ہیں

دوراہا

تم کسی کا بساؤ گی پہلو
مل رہے گا مجھے نیا ساتھی
تم کو سب کچھ گنوا کے پایا تھا
تم بھی کھو جاؤ گی خبر کیا تھی

درد نا گفتی ہے ضبط غم
کیوں سمجھتی ہو سنگدل مجھ کو
تم بھی چاہوتو پوچھ لو آنسو
زخم کچے ہیں دل کے مت چھیڑو
مغتنم ہے یہ صحبت دو دم
مسکرا دو ذرا گلے مل لو

ہائے کتنا حسیں زمانا تھا
دیر پاشے حسیں نہیں ہوتی

دن تھے لمحات سے سبک روتر
رخصت مہر کی خبر نہ ہوئی
باتوں باتوں میں کٹ گئی راتیں
نیند سحر اپنا آزما نہ سکی
نرم رو قافلے ستاروں کے
چاند جیسے تھکا تھکا راہی
دیکھتے دیکھتے گزر بھی گئے
دل میں اک بےخودی سی طاری تھی
خیراب اپنی راہ پر جاؤ
آگیا زندگی کا دوراہا
حشر لاکھوں کا ہوچکا ہے یہی
عشق میں کون کامران رہا

تم مری ہو نہ میں تمہارا ہوں
اب تو رشتہ نہیں ہے کچھ اپنا
جب کبھی یاد آئے ماضی کی
ساتھ مجھ کو بھی یاد کر لینا

وصل کو جاوداں سمجھتے تھے
ہائے یہ سادگی محبت کی
کاش پہلے سے جانتے ہوتے
انتہا یہی محبت کی

شکستِ ساز

مُدّتوں ان کو فقط ان کو سنانے کے لیے
گیت گائے دل آشفتہ نوانے اے دوست
پر انھیں گوش توجہ سے نوازا نہ گیا
ناشنیدہ ہی رہے اپنے فسانے اے دوست
عشق بیچارہ کو محروم نوا چھوڑ کے وہ
کھو گئے کونسی دنیاؤں میں جانے اے دوست
پھر کبھی فرصت اظہار تمنا نہ ہوئی
ناشنیدہ ہی رہے دل کے فسانے اے دوست
اب وہ لوٹے ہیں تو کہتے ہیں جگا سکتے ہیں
دل کو تجدید محبت کے بہانے اے دوست
ان سے کہہ دو کہ وہ تکلیف مروت نہ کریں
اب نہ پھوٹیں گے کبھی اس سے ترانے اے دوست
ان سے کہہ دو کہ بڑی دیر سے خاموش ہے ساز

یہ کیا شکل بنائی

یہ کیا شکل بنائی دیوانے سو دائی
تجھ کو راس نہ آئی

رین اندھیری ، دکھیاروں کو
پل پل کرتے بین کٹے
پورب میں جب تارا چمکے
تب جا کر یہ رین کٹے

پُورب میں اک اچپل گوری تیکھی مانگ نکالے
اجبنیوں کے من پر پہلے پریم کے ڈورے ڈالے
اجلا بانا روپ منوہر میٹھا نرم سبھاؤ
چپکے سے پھر کان میں کہہ دے ہم سے پیت نبھاؤ

ساحل پر

اب تو نظروں سے چھپ چکا ہے جہاز
اڑ رہا ہے افق کے پار دھواں
اب وہ آئیں نہ آئیں کیا معلوم
جانے والوں کا اعتبار کہاں

وقت رخصت وہ رو دیے ہیں جب
میں نے مشکل سے اشک روکے تھے
مسکرا کر کہا تھا۔۔ غم نہ کرو
تم بہت جلد لوٹ آؤ گے
لیکن اب جبکہ رو رہا ہوں میں
آکے ڈھارس مری بندھائے کون
وہ مجھے چھوڑ جائیں ، نا ممکن
وہ چلے بھی گئے۔۔۔۔۔ بتائے کون ؟

معبدِ ویراں

ٹوٹے کاس والے کھنڈر
اے دیوتاؤں کے مکاں
گھنٹی تری خاموش ہے
ناقوس ہے تیرا کہاں
تیرے پجاری ہیں کدھر
ہے کون تیرا پاسباں
یہ گنبد و محراب دور
ماضی کی شوکت کے نشاں
ویران ہیں کب سے پڑے
بتلا جو کچھ بتلا سکے
بتلا تو کیوں کر ہو گئے
ناراض تجھ سے دیوتا
چھوڑا ہے جو سب نے تجھے
کیا جُرم تجھ سے ہوگیا
بتلا اے گرد آلود بت
بتلا اے پتھر کے خدا
بتلا اے خستہ شمع داں
بتلا اے شمع بے ضیاء
تم کس لیے خاموش ہو
تم کس کے لیے خاموش ہو

دن ڈھل گیا شام آگئی

بستی میں اب جاؤں گا میں
تجھ پر چڑھانے کے لیے
جو کچھ ملا لاؤں گا میں
اے بت اے پتھر کے خدا
تو نا چنا ، گاؤں گا میں
رسمیں جو مجھ سے ہو سکیں
تیری بجا لاؤں گا میں
برکت عنایت کر مجھے
آ۔ ۔ یاد کرتا ہوں تجھے

کون چلائے مل کا پہیا

کون چلائے مل کا پہیا محنت والا ہیا ہیا
کون کمائے ٹکا روپیہ محنت والا ہیا ہیا

کون بچھائے یہ ہر پاول کون اگائے گیہوں چاول
گنا، سرسوں ـتوری ، گھیا محنت والا ہیا ہیا

کون ہے یہ بنے لٹھا کھدر تہمد ، کرتا ،چولی ، چدر
کون سبھی کو کرے مہیا محنت والا ہیا ہیا

اب تک جو مظلوم رہا دکھ جس کا مقسوم رہا
آیا اس کا دور ہے بھیا محنت والا ہیا ہیا

اپنی کھیتی آپ ہی مالک اپنی مل ہے آپ ہی چالک
اپنی کشتی آپ کھویا محنت والا ہیا ہیا

ختم ہوئی بیکار غلامی آئی ہے سرکار عوامی
مرتی ہے خرکار کی میا محنت والا ہیا ہیا

جاگے ہیں ہاری بیگاری مزدوروں کی آئی باری
بدلے گا اب سیٹھ رویہ محنت والا ہیا ہیا

ہم بھی ان کا ہاتھ بٹائیں ہم بھی ان کے آڑے آئیں

انشا جی کی ہاں کرو تہیا محنت والا ہیا ہیا

ہم بھی انہی کی محنت کھائیں آج سے ان کی مہما ھائیں
انشا جی کی ہا ں کرو تہیا محنت والا ہیا ہیا

محبت بنا کچھ درکار نہیں

وہ دوست جنہوں نے من میں میرے
میرے درد کا پودا بویا تھا

وہ دوست تو رخصت بھی ہو چکے
اور بار غم دل ساتھ مرا

اب چارہ گرد کچھ بولو نہیں
اب ان باتوں سے تمہیں حاصل کیا

میرے دوست تو شہد کے گھونٹ پیئے
تجھے تلخ مزے کا پتہ ہی نہیں

تیرے دوست تو ہوں گے جلو میں ترے

ترا دل تو مگر ہے غموں کا امیں

یہ جو اجنبی لوگ ہیں ان کی بتا
کبھی ان کو بھی یاد کرے گا کوئی

کبھی طنز سے پوچھیں گے اہل جہاں
تیرے دوست کا ہاتھ کہاں ہے بتا

مگر اہل وفا تو جھجھکتے نہیں
جہاں سر پہ چمکتی ہے تیغ جفا

بڑے ناز سے دیتے ہیں سر کو جھکا
نہیں مانگتے کچھ بھی اجل کے سوا

ساحل دور سے توپوں کی دھمک

ساحل دور سے توپوں کی دھمک تو آتی ہے
کتنی گھمبیر ہے ساون کے نئے چاند کی رات
الکحل کرتی ہیں خوابیدہ رگوں سے چہلیں
سوجھتی ہے دل وحشی کو بڑی دور کی بات
سینۂ بحر پہ طوفان کو دبا بے لے کر
رقص کرنے کو چلی آتی ہے بھوتوں کی برات
ساحل دور سے توپوں کی دھمک آتی ہے

کون ہے کس نے سمندر میں سلامی داغی
جانے کس برج میں الجھی ہے خیالوں کی کمند
کوئی پشتے پر کھڑا چیخ رہا ہے دیکھو
کوئی کشتی تو نہیں دور کہیں ڈوب چلی

ساحل دور سے سے توپوں کی دھمک آتی ہے
ابر کے ساتھ تو دیکھا ہے گرجتا بادل
کیا گرادی ہے کہیں موجہ دریائے فصیل
کیا زمیں بوس ہوا کسی کسریٰ کا محل
حلقہ رقص میں ہیں باب جزیرے کے بلوچ
وہ جو اک غول نظر آتا ہے مشعل مشعل

درد سینے میں جگائی ہوئی دھیمی پروا
جانے کس دیس سے آئی کہاں جاتی ہے
بحر کاہل کے جزیروں کے افیمی باسی
قسمت مشرق اقصیٰ کے خداوند بنے
ہائے یہ ذہن یہ باتوں سے بہلتا ہی نہیں
ہائے یہ درد کہ برسوں کا ملاقاتی ہے
صبح کا سرخ ستارہ ہوا پیکن سے طلوع
کوس بجتا ہے کہ بڑھنے لگی دل کی دھڑکن
ساحل دور سے توپوں کی دھمک آتی ہے

\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-

سائے

بادل اُمڈیں بجلی کڑکے طوفاں بڑا ڈرائے
چنچل چندا دور دور سے دیکھے اور مسکائے
نیلم نیل آکاش پہ اپنا پیلا جال بچھائے
مگھم مگھم سندیسوں سے اپنے پاس بلائے
لیکن ہاتھ نہ آئے

اونگھ رہے ہیں چار کوٹ میں پھیلے پھیلے سائے
قدم قدم پہناگ کھڑے ہیں اپنے پھن پھیلائے
اونچی نیچی چٹیل راہیں، کومل جی گھبرائے
انشا کس کو پاس بٹھا کے دل کی بات بتائے
کوئی نہ سننے آئے

نیلامی کے چوک میں انشا جھوٹے دانت لگائے
جھوٹے سکھوں کو چمکا کر اونچی ہانگ لگائے
آدھی رات تلک بیٹھا رہتا ہوں لیمپ جلائے
سوچ رہا ہوں اتنے دن میں کتنے پاپ کمائے
کس کو گنتی آئے

یاروں نے تو لال پھریرے دیس لہرائے
لاکھ کوس کی باٹیں کاٹیں تب جا کر ستائے
اب سندر سندر کویتاؤں سے کوئی نہ دھوکا کھائے
انشا جیسے ایک بار بھٹکے تو ہوئے پرائے
پھر واپس نہ آئے

پانچ جولائی پھر نہیں آئی

پانچ جولائی پھر نہیں آئی
پانچ جولائی پھر بھی آنی تھی
چھ مہینے میں جو تمام ہوئی
کس قدر مختصر کہانی تھی

میری فرحانہ اے میری فینی
پیت کچھ روز تو نبھاتی تھی
کون سی شے نہ تھی تمہارے پاس
حسن تھا، ناز تھا، جوانی تھی

موت دی تم نے زیست کے بدلے
کیا یہی عشق کی نشانی تھی
تم تو بیگانہ ہوگئیں ہم سے
اپنی حالت ہمیں سنانی تھی

تم نے کچھ اور جی میں سوچا تھا
ہم نے کچھ اور بھی ٹھانی تھی
شام تیسیوں نومبر کی
کتنی دلکش تھی کیا سہانی تھی

تیری گفتار میں طلاطم تھا
تیری رفتار میں جوانی تھی
تیرے غمزوں نے ہم کو جیت لیا
ہم نے کب کس ہار مانی تھی

اب فقط یاد کا خرابہ ہے
ورنہ اپنی بھی زندگانی تھی

اپنے لب کیوں بچا لیے تم نے
اپنے انشا کی جاں نچانی تھی

۸ جنوری ۱۹۵۲ء

آج کچھ لوگ گھر نہیں آئے
کھو گئے ہیں کہاں تلاش کرو
دامن چاک کے ستاروں کو
کھا گیا آسماں تلاش کرو
ڈھونڈ کے لاؤ یوسفوں کے تئیں
کارواں کارواں تلاش کرو
ناتواں زیست کے سہاروں کو
یہ جہاں وہ جہاں تلاش کرو
گیس آنسو رلا رہی ہے غضب
چار جانب پولس کا ڈیرا ہے
گولیوں کی زبان چلتی ہے
شہر میں موت کا بسیرا ہے
کون دیکھے تڑپنے والوں میں
کون تیرا ہے کون میرا ہے
آج پھر اپنے نونہالوں کو
صدر میں وحشیوں نے گھیرا ہے

حکم تھا ناروا گلہ نہ کرو
خون بہنے لگے جوراہوں میں
یعنی سرکار کو خفا نہ کرو
پی گئے بجلیاں نگاہوں میں
آج دیکھو نیاز مندوں کو
خون ناحق کے داد خواہوں میں
سرنگوں اور خموش صف بستہ
کتنے لاشے لیے ہیں باہوں میں

آستینوں کے داغ دھو لو گے
قاتلوں آسماں تو دیکھتا ہے
چین کی نیند جا کے سولو گے
تم کو سارا جہاں تو دیکھتا ہے
قسمت خلق کے خداوند
تم سے خلقت حساب مانگتی ہے
روح فرعونیت کے فرزندو
بولو بولو۔۔۔۔۔جواب مانگتی ہے

اے گمنام سپاہی

ایک گمنام سپاہی ہوں چلا جاتا ہوں
بات پوری بھی نہیں تم نے سنی یااللہ

اے گمنام سپاہی
کس دھرتی کا بیٹا ہے تو
کس منزم کا راہی ۔۔۔۔۔۔ اے گمنام سپاہی

فوجیں گزریں ،لشکر گزرے
پیدل گزرے،اڑکے کرگزرے
چھائی شب کی سیاہی ۔۔۔۔۔ اے گمنام سپاہی

دیکھ چمن میں بیلا پھولا دیکھ پپیہے چہکے
کیوں گلچیں سے پینگ بڑھائے یہیں چمن میں رہ کے
تجھ پر یہ ہتیار سجائے دشمن نے کیا کہہ کے

بستی بستی موت کا پہرا
چاروں کوٹ تباہی ۔۔۔۔ اے گمنام سپاہی
دے ہر چیز گواہی

کچھ رنگ ہیں

کچھ لوگ کہ اودے، نیلے پیلے، کالے ہیں
دھرتی پہ دھنک کے رنگ بکھیرنے والے ہیں
کچھ رنگ چرا کے لائیں گے یہ بادل سے
کچھ چوڑیوں سے کچھ مہندی سے کچھ کاجل سے
کچھ رنگ بسنت کے رنگ ہیں رنگ پتنگس کے
کچھ رنگ ہیں جو سردار ہیں سارے رنگوں میں
کچھ یورپ سے کچھ پچھّم سے کچھ دکھن سے
کچھ اتر کے اس اونچے کوہ کے دامن سے
اک گہرا رنگ ہے اکھڑ مست جوانی کا
اک ہلکا رنگ ہے بچپن کی نادانی کا
کچھ رنگ ہیں جیسے پھول کھلے ہوں پھاگن کے
کچھ رنگ ہیں جیسے جھینٹے بھادوں ساون کے
اک رنگ ہے برکھارت میں کھلتے سیئسو کا
اک رنگ ہے بر ہات میں ٹپکے آنسو کا
یہ رنگ ملاپ کے رنگ یہ رنگ جدائی کے
کچھ رنگ ہیں ان میں وحشت کے تنہائی کے
ان خون جگر کا رنگ ہے گلگوں پیارا بھی
اک دن رنگ ہمارا بھی ہے تمہارا بھی

اِنشا جی ہاں تمہیں بھی دیکھا

انشا جی ہاں تمہیں بھی دیکھا درشن چھوٹے نام بہت
چوک میں چھوٹا مال سجا کر لے لیتے ہو دام بہت
یوں تو ہمارے درد میں گھائل صبح بہ ہوشام بہت
اک دن ساتھ ہمارا دو گے اس میں ہمیں کلام بہت
باتیں جن کی گرم بہت ہیں کام انہی کے خام بہت
کافی کی ہر گھونٹ پہ دوہا کہنے میں آرام بہت

دنیا کی اوقات کہی، کچھ اپنی بھی اوقات کہو
کب تک چاک دہن کو سی کر گونگی بہری بات کہو
داغ جگر کو لالہ رنگیں اشکوں کو برسات کہو
سورج کو سورج نہ پکارو دن کو اندھی رات کہو

بستی بستی گھومنے والے

بستی بستی گھومنے والے پیتوں کے بنجارے
روپ نگر کی ابلا گوری آئے شہر تمہارے
کیا جانے کیا مانگیں چاہیں جنم جنم کے لوبھی
ہم سے پیت کروگی گوری ہم سے پیت کروگی

بال اندھیری رات کے بادل گال چٹکے گیسو
ہونٹ تمہارے نورس کلیاں نین تمہارے جادو
ان کی دھوپ اجالا من کا ان کی چھاؤں گھنیری
ہم سے پیت کروگی گوری ہم سے پیت کروگی

فردا

ہاری ہوئی روحوں میں
اک وہم سا ہوتا ہے
تم خود ہی بتا دو نا
سجدوں میں دھرا کیا ہے
امروز حقیقت ہے
فردا کی خدا جانے
کوثر کی نہ رہ دیکھو
ترساؤں نہ پیمانے
داغوں سے نہ رونق دو
چاندی سی جبیوں کو
اٹھنے کا نہیں پردا
ہے بھی کہ نہیں فردا

صبح کو آہیں بھر لیں گے ہم

صبح کو آہیں بھر لیں گے ہم
رات کو نالے کر لیں گے ہم
مست رہو تم حال میں اپنے
تم بن کیا ہم جی نہ سکیں گے

پھر بھی کہو تو خوش جی لیں
سوچ سکو تو بگڑا کیا ہے
دیکھ سکو تو آ دیکھو نا
اب بہت کچھ ہو سکتا ہے

رات کوئی پہلو میں تھا میرے
صبح سے لیکن پہلے پہلے
اک ایک سے اب پوچھ رہا ہوں
تم تو نہیں تھے تم تو نہیں تھے

انشا جی کیوں عاشق ہو کر

انشا جی کیوں عاشق ہو کر درد کے ہاتھوں شور کرو
دل کو اور دلاسا دے لو من کو میاں کٹھور کرو
آج ہمیں اس دل کی حکایت دور تلک لے جانی ہے
شاخ پہ گل ہے باغ میں بلبل جی میں مگر ویرانی ہے
عشق ہے روگ کہا تھا ہم نے آپ نے لیکن مانا بھی
عشق میں جی سے جاتے دیکھے انشا جیسے دانا بھی
ہم جس کے لیے ہردیس پھرے جوگی کا بدل کر بھیس
بس دل کا بھرم رہ جائے گا یہ درد تو اچھا کیا ہوگا

طوفان

بادو بارا کا تند خو طوفاں
سائبانوں پہ دند ناتا ہے
دور کش چیختے ہیں رہ رہ کر

ان میں یوں پیچ و تاب کھاتا ہے
رات تاریک ہے بھیانک ہے
کوئی دروازہ کھٹکھٹاتا ہے

بند کمرے میں امن ہے لیکن
تھر تھرانے لگی چراغ کی لو
دل میں بھی اک شمع روشن ہے
جس کی مدھم سی رائیگاں سی ہے ضو
اس کو انجام کا ہراس نہیں
کوئی طوفاں بھی آس پاس نہیں

خود میں ملا لے یا ہم سے آ مل

خود میں ملا لے یا ہم سے آ مل
اے نور کامل اے نور کامل
روز ازل بھی رشتہ یہی تھا
تو ہم میں پنہاں ہم تجھ میں شامل
ہم سا رضا جو تم سا جفا جو
دیکھا نہ معمول پایا نہ عامل
دل کی زباں ہے اس کوتو سمجھ
ہم تم سے بولیں تلگو نہ تامل
اے بےوفا مل اے بے وفا مل

ابیات

در سے تو ان کے اٹھ ہی چکا ہے کہہ دو جی سے بھلانے کو
لے گئے ہاتھوں ہاتھ اٹھا کر لوگ کہیں دیوانے کو

اے دل وحشی دشت میں ہم کو کیا کیا عیش میسر ہیں
کانٹے بھی چپ جانے کو ہیں تلوے بھی سہلانے کو

ان سے یہ پوچھو کل کیوں ہم کو دشت کی راہ دکھائی تھی
شہر کا شہر امڈ آیا آج یہی سمجھانے کو

ڈرتے ڈرتے آج کسی کو

ڈرتے ڈرتے آج کسی کو دل کا بھید بتایا ہے
اتنے دنوں کے بعد لبوں پر نام کسی کا آیا ہے

اب یہ داغ بھی سورج بن کر ابر ابر چمکے گا
جس کو ہم نے دامن دل میں اتنی عمر چھپایا ہے

کون کہے گا وہ کان ملاحت چارہ درد محبت ہے
چارہ گری کی آرٹیں جس نے خود کو روگ لگایا ہے

ٹوٹ گیا جب دل کا رشتہ اب کیوں ریزے چنتی ہو
ریزوں سے بھی کبھی کسی نے شیشہ پھر سے بنایا ہے

میں ہوں انشا، انشا، انشا،

کیوں جانی پہچانی گئی ہو
انشا جی کو جان گئی ہو
جس سے شام سویرے آ کر
فون کی گھنٹی پر بلوا کر
کیا کیا بات کیا کرتی تھیں
کیا کیا عہد لیا کرتی تھیں
دیکھو پیت نبھانا ہوگا
دیکھو چھوڑ نہ جانا ہوگا
پیت لگائی ریت نبھائی
ہم لوگوں کی ریت پرائی
میں ہوں انشا ، انشا ، انشا

دُوری کے جو پردے ہیں

دوری کے جو پردے ہیں ٹک ان کو ہٹاؤ
آواز ہے مدماتی ،صورت بھی دکھاؤ نا
راہوں میں بہت چہرے نظروں کو لبھاتے ہیں
بھر پور لگاوٹ کے جادو بھی جگاتے ہین
ان اجنبی چہروں کو خوابوں میں بساؤ نا
ان دور کے شعلوں پر جی اپنا جلاؤ نا

ہا ں چاندنی راتوں میں جب چاند ستاتا ہے
یادوں کے جھروکے میں اب بھی کوئی آتا ہے
وہ کون سجیلا ہے کچھ نام بتاؤ نا
اوروں سے چھپاتے ہو ہم سے تو چھپاؤ نا

میرے گھر سے تو سرِ شام ہوئے رخصت

میرے گھر سے تو سرِ شام ہوئے ہو رخصت
میرے خلوت کدۂ دل سے نہ جانا ہوگا
ہجر میں اور تو سب موت کے ساماں ہوں گے
اک یہی یاد بہلنے کا بہانا ہوگا
تم تو جانے کو ہو اس شہر کو ویراں کرکے
اب کہاں اس دلِ وحشی کا ٹھکانا ہوگا

بھیگی راتوں میں فقط درد کے جگنو پکڑیں
سونی راتوں میں کبھی یاد کے تارے چومیں
خواب ہی خواب میں سینے سے لگائیں تجھ کو
تیرے گیسو ہی کبھی درد کے مارے چومیں
اپنے زانو پہ ترا سر ہی کوئی دم رکھ لیں
اپنے ہونٹوں سے ترے ہونٹ بھی پیارے چومیں

خواب ہی خواب تھا

خواب ہی خواب تھا تصویریں ہی تصویریں تھی
یہ ترا لطف ترے مہرو و محبت ، لیکن
تیرے جانے سے یہ جینے کے بہانے بھی چلے
تجھ کو ہونا تھا کسی روز تو رخصت لیکن
اپنا جینا بھی کوئی دن ہے ہمیشہ کا نہیں
تو نے کچھ روز تو دی زیست کی لذت لیکن

پھر وہی دشت ہے دیوانگی دل بھی وہی
پھر وہی شام وہی پچھلے پہر کا رونا
اب تری دید نہ وہ دور کی باتیں ہوں گی

ابھی تو محبوب کا تصور

ابھی تو محبوب کا تصور بھی پتلیوں سے مٹا نہیں تھا
گراز بستر کی سلوٹیں ہی میں آسماتی ہے نیند رانی
ابھی ہو اول گزرنے پایا نہیں ستاروں کے کارواں کا
ابھی میں اپنے سے کہہ رہا تھا شب گزشتہ کی اک کہانی
ابھی مرے دوست کے مکاں کے ہرے دریچوں کی چلمنوں سے
سحر کی دھندلی صباحتوں کا غبار چھن چھن کے آرہا ہے
ابھی روانہ ہوئے ہیںؑ منڈی سے قافلے اونٹ گاڑیوں کے
فضا میں شور ان گھنٹیوں کا عجب جادو جگا رہا ہے

الیف اینڈ الیف

فینی ہوں کہ --- فرہانہ
سب جان کی دشمن ہیں
سب پیٹ کی بیری ہیں
ایمان کی دشمن ہیں

گو نام تو دنیا میں
کر جاتے ہیں بیچارے
ہوں کیٹس کہ انشا جی
مر جاتے ہیں بیچارے

جیتے ہیں تو رہتے ہیں
افسر دہ و رنجیدہ
سب جان کی دشمن ہیں
فینی ہوں کہ---- فرہانہ

یہ نین مرے

ان نینوں میں پیت بھری ہے ان کی انوکھی ریت
کھوٹے کا کبھی کھوٹ نہ دیکھیں دیکھیں پیت ہی پیت

کاگوں کو ابھی نوچ کھلاؤں پاؤں جو بگڑے طور
یہ نیناں کچھ اور جو دیکھیں پیت بنا کچھ اور

پیاروں کی جہاں سنگیت دیکھے جم کر رہے نگاہ
تم من کو مرے صحبت انکی کعبے کی درگاہ

دن بھر دیکھیں سیر نہ ہو ویں پیت کو ان کی پیاس
پیت جو پائیں تب کہیں آئیں لوٹ کے میرے پاس

تیغیں پیت کے دن میں ہاریں نینوں کی وہاں جیت
کس کس کا دکھ درد اپنائیں ان کی انوکھی ریت

سفر باقی ہے

دوستو دوستو آؤ کہ سفر باقی ہے
اپنے گھوڑوں کو بڑھاؤ کہ سفر باقی ہے

یہ پڑاؤ بھی اٹھاؤ کہ سفر باقی ہے
ہی الاؤ بھی بجھاؤ کہ سفر باقی ہے

ہار کے بیٹھ نہ جاؤ کہ سفر باقی ہے
پھر نئی جوت جگاؤ کہ سفر باقی ہے

رہبروں کو نہ بلاؤ کہ سفر باقی ہے
ان کے وعدوں پہ نہ جاؤ کہ سفر باقی ہے

میں ازل سے تمہاری ہوں

میں ازل سے تمہاری ہوں پیارے
میں ابد تک تمہاری رہوں گی
مجھ کو چھوڑا ہے کس کے سہارے
کیسے جاؤ گے ،جانے نہ دوں گی

آسماں پر ستارے کہاں ہیں

اور جو ہیں وہ ہمارے کہاں ہیں
زندگی تازگی کھو چکی ہے
بات ہونی تھی جو ہو چکی ہے

سو جاؤ

سب بوجھو گے سب جانو گے سب سمجھو گے
کیا ہم نے سمجھ کر پایا جو تم اب سمجھو گے
بس نیند کی چادر اوڑھ کے غافل سو جاؤ

اے رودِ رائن

اے رودِ رائن اے رودِ رائن
ساحل بہ ساحل تیرے قرائن
شہر اور قصبے تیرے مدائن
صدیوں کی تاریخ باندھے ہے لائن

کہسار کہسار قلعوں کے مینار
وادی بہ وادی گرجوں کے مینار
گرما کہ سرما میلوں کی بھرمار
رقص اور نغمہ حسن طرحدار

جاتے ہی واپس نظروں کے گھائل
دل ہی میں رکھے دل کے مسائل
دردوں کی پوتھی دکھ کی حمائل
شرح وفا کے عادی نہ قائل

الوداع

ہونے والا ہوں جدا تیرے نواحات سے آج
اے کہ موجیں ہیں تری شاہ سمندر کا خراج
اب نہ آؤں گا کبھی سیر کو ساحل پہ ترے
الوداع اے جوئے سرداب ہمیشہ کے لیے

لاکھ ضو ریز ہوں خورشید ترے پانی پر
عکس افگن ہو اس آئینے میں سو بار قمر
پر نہ آؤں گا سیر کو ساحل پہ ترے
الوداع اے جوئے سرداب ہمیشہ کے لیے

پھر اراروٹ پہ کشتی کوئی آکر ٹھری

پھر اراروٹ پہ کشتی کوئی آکر ٹھری
کوئی طوفاں متلاطم سر جودی آیا
سینٹ برنارڈ کے کتوں نے جو نہ خوشبو پائی
برف نے لاشۂ آدم بہ زمیں دفنایا
سینگ بدلے ہیں زمیں گاؤ نے حیراں ہو کر

یا مہا دیو غضبناک ہوا چلا یا
بطن اٹنا سے ابلتے ہوئے لاوے کا خروش
صر صر موت نے ہر چار جہت پہنچا یا
پمپیائی کے جھروکے ہوئے یکسر مسدور
آل قابیل نے دنیا کا قبا لہ پا یا

لوٹ چلے تم اپنے ڈیرے

لوٹ چلے تم اپنے ڈیرے ڈوب چلے ہیں تارے
پردیسی پردیسی میرے بنجارے بنجارے
یاروں دو نین ہمارے یا جنگل کا جھر نا
ہم سے پیت نہ کرنا پیارے ہم سے پیت نہ کرنا

سانجھ سمے کی کومل کلیاں

سانجھ سمے کی کومل کلیاں مسکائیں مرجھائیں
نگری نگری گھومنے والی پھر واپس نہ آئیں
ہم بیلوں پر اوس کے موتی ہم پھولوں کی خوشبو
پی پی پڑا پپیہا بولے کویل کو کو، کو کو

دید کا تمنائی

تیری باتوں میں زندگی کا رس
تیری آواز میں ہے رعنائی

فون پر بولتی ہوئی محبوب
تو ابھی سامنے نہیں آئی

دل تجھے دیکھنے کو کہتا ہے
دل تری دید کا تمنائی

اک طرف عاشقی سے ہم مجبور
اک طرف ہم کو خوف رسوائی

صبر کا حوصلہ نہیں باقی
سن بیکار ، جان زیبائی

ہم نے مانا ، تو خوبصورت ہے
دیکھ ہم کو تیری ضرورت ہے

سندیس

ساگر کے ساحل سے لائی سرد ہوا کیسا سندیس
درد کی دھوپ میں جھلنے شاعر گھوم نہیں اب دیس بدیس

عشق کا درد ، جنوں ،وحشت ، بیتے جگ کی باتیں ہیں
اب تو چاند سر بام آیا اب سکھ کی راتیں ہیں

یاد کبھی اس پونم کی تجھے اور نہیں تڑ پائے گی
آپ ہی آپ وہ دل کی رانی پہلو میں آجائے گی

درد کی راہ دکھانے والا آپ دوا بن جائے گا
پھول سے نازک ہونٹوں سے امرت رس پلوائے گا

ہا ں اب دیکھ حجاب ا ٹھائے ہاں اب کس سے چوہدری ہے
پونم ہے توکس کی پونم ،گوری کس کی گوری ہے

جس کی محنت اس کا حاصل

سکھ کے سپنے دیکھتے جاگے
جگ جگ کے دکھیارے سائیں
کھلتا ہے محنت کا پرچم
سنتے ہو جیکارے سائیں
دھرتی کانپے انبر کانپے
کانپیں چاند ستارے سائیں
لوہے کو پگھلانے والے
آپ بھی ہیں انگیارے سائیں
گولی لاٹھی، پیسہ، ساسن
ان کے آگے ہارے سائیں
کل تک تھے یہ سب بیچارے
آج نہیں بیچارے سائیں
تو نے تو یہ بات سمجھ لی
اوروں کو سمجھا رے سائیں!
ان کی محنت ہم نے لوٹی
ہم سب ہیں ہنڈارے سائیں
ان کی قسمت کٹیا کھولی
ہم نے محل اسارے سائیں
ان کا حصہ آدھی روٹی
اپنے پیٹ اپھارے سائیں
ان کے گھر اندھیارا ٹوٹا
سورج چاند ہمارے سائیں

اندھیاروں کا جادو ٹوٹے
اب وہ جوت جگارے سائیں
ان سے جگ نے جو کچھ لوٹا
آج انہیں لوٹا رے سائیں
تو بھی دیکھے میں بھی دیکھوں
محنت کے نظارے سائیں
آج بھی کتنی خالی دھرتی
کتنے کھیت کنوارے سائیں

-----☆-----

یہ دھرتی کا پوٹا چیریں
کوئلہ ـ لوہا بھر بھر لائیں
خون پسینے فرق نہ سمجھیں
بھاری بھر کم ملیں چلائیں
چونا پتھر مٹی گارا
یہی سنبھالیں یہی اٹھائیں
پھر بھی ہے دل میں یہی دبدھا
کل کیا پہنیں کل کیا کھائیں
پیٹ پہ پتھر باندھ کے سوئیں
فٹ پاتھوں پر عمر بتائیں

-----☆-----

اندھیاروں کا سینہ چیرے

اب وہ جوت جگانا ہوگا
ان سے جگ نے جو کچھ لوٹا
آج انہیں لوٹانا ہوگا
جس کی محنت اس کا حاصل
اب یہی بھید بتانا ہوگا
اب تو اور ہی شام سویرا
اب تو اور زمانہ ہوگا
اب ان کو سمجھانا کیسا
اپنے کو سمجھانا ہوگا
پہلے تھے ارشاد ہمارے
اب ان کافر مانا ہوگا
ان کے بھاگ جگا کر سائیں
اپنا جھاگ جگانا ہوگا

ایک اسیب زدہ شام

کل شام کی پیلی روشنی جب ڈوب رہی تھی
گھر پہنچا میں سوچ میں ڈوبا ، گھبرایا
دور کہیں بنسری کی تان اڑا کے
ایک پرانے دوست نے جنگل میں بلایا
ویرانی ہے تنہائی ہے خاموشی ہے
ٹھیر ذرا اے دوست میں آیا ابھی آیا

دور کہیں اک بنسری کی تان البیلی
گونج رہی تھی اور میں دبکا دبکا یا
آنگن کی ویران فضا میں گھوم رہا تھا
ایک ایک کمرے میں جھانکا ، دیا جلایا
کھڑکی کے پٹ کھول کے تاروں کو دیکھا
بھیگی بھیگی نرم ہوا کا جھونکا آیا

کون ہوا کس دیس کا یہ چھیل چھبیلا
پیت کے ہاتھوں باؤلا قسمت کا ستایا
روپ نگر کی شہزادی کی کھوج میں حیراں
وقت کی تپتی دھوپ میں جھلسا سنو لایا
دیس دیس کے راکشوں سے لڑتا بھڑتا
آج ہمارے شہر کی جانب نکل آیا

کس ظالم نے شام کے اس شانت سمے میں

مہجوری کے درد کو ، سوتے سے جگا یا
گونج رہی ہے بنسری کی تان البیلی
درد برہ کا ہوگیا کچھ اور رسوایا
کھڑکی کے پٹ بھیڑ دوں اور دیا جلالوں
چاروں کونٹوں پھیل چکی ہے رات کی چھایا

دور دیس لے باولے او چھیل چھبیلے
ہم نے کیا اس پیت میں کھویا ،کیا پا یا
صحراؤں میں راہ راہ کی مٹی چھانی
دریاؤں کا موڑ موڑ پر ساتھ نبھایا
بادل بن کر انبر انبر گھومے لیکن
کب پہنچا ہے چاند تک دھرتی کا جایا

روپ نگر کی شہزادی کی کھوج میں حیراں
دیکھ چکے جو پیت ہم کو دکھلایا
راج کیا کبھی دوار دوار پر بھکشا نانگی
تحفے میں کبھی پھول ملے کبی پاتھر کھایا
لیکن اب تو بھیگے دامن سوکھ چکے ہیں
ٹھر ذرا اے دوست میں آیا ابھی آیا

روندے رہے ہیں اوس کو دھلتے دھلتے پاؤں
ہر پتی نے دیکھ کے ہم کو سیس نوایا
وادی گھیری گاؤں کے چولھوں کےدھوئیں نے
دور دور سے سرمئی بادل گھر آیا
پچھّم میں سونے کی نوکا ڈوب چلی ہے

کانٹے تو نے چبھ کر ناحق پاپ کمایا

سونک رہا ہے بوڑھا پیپل سائیں سائیں
دیکھو چوتھی رات کا چندا ابھر آیا
لیکن اب وہ بنسری کی تان کہاں ہے
تو نے پھر کیوں رانجھڑے یاں ہمیں بلایا
دھندلے سائے دھندلی راہیں میٹ رہی ہیں
میں تو بستر چھوڑ کے آ کے پچھتایا

شاخ شاخ پر شور مچاتے پنچھی دبکے
دیکھو دیکھو جھیل میں کیسا طوفاں آیا
چٹے چٹے سارس بیٹھے ایک کنارے
ڈھونڈ رہے ہیں چندا کی لہراتی چھایا
بنسی کی آواز فضا میں ڈوب رہی ہے
کوئی چھلاوا تھا کہ ہمیں نے دھوکا کھایا

نیلا انبر پیلے چاند کا جھومر باندھے
دیکھو اب اس پیڑ کے اوپر اتر آیا
پھندے ڈالے گاؤں کے چولھوں کے دھوئیں نے
دور کہیں اک جانور ، بن کر ڈکرایا
کوئی بگولا کفنی ڈالے ناچ رہا ہے
کوئی ستارہ ٹوٹ کر وہ گرا ۔۔ خدایا

بیتی گھڑیاں بھولی یادیں ، مٹتے سپنے

سب بیری ہیں سب نے مل کر جال بچھایا
اوس گری تو بنسی کے شعلے مرجھائے
چار کوٹ سے اندھیارے کا طوفاں آیا
روح میں گھس کر بیٹھ گئے مٹیالے سائے
دیکھا اپنی سوچ نے کیا کیا سوگ رچایا

بنسی کی آواز فضا میں گونج رہی ہے
گھر پہنچا ہوں سوچ میں ڈوبا گھبرایا
دوس دیس کے باوٗلے اوچھل چھبیلے
تجھ پر بھی کیا کسی آسیب کا سایا
کھڑکی کے پٹ بھیڑ لوں اور دیا بجھا دوں
ٹھہر ذرا اے دوست میں آیا ابھی آیا

ہم لوگ تو ظلمت میں

ہم لوگ تو ظلمت میں جینے کے بھی عادی ہیں
اس درد نے کیوں دل میں شمعیں سی جلا دی ہیں
اک یاد پہ آہوں کا طوفاں اُمڈتا ہوا آتا ہے
اک ذکر پہ اب دل کو تھاما نہیں جاتا ہے
اک نام پہ آنکھوں میں آنسو چلے آتے ہیں
جی ہم کو جلاتا ہے ہم جی کو جلاتے ہیں
ہم لوگ تو مدت سے آوارہ و حیراں تھے
اس شخص کے گیسو کب اس طور پریشاں تھے

یہ شخص مگر اے دل پردیس سدھارے گا
یہ درد ہمیں جانے کس گھاٹ اتارے گا
عشق کا چکر ہے انشا کے ستاروں کو
ہاں جاکے مبارک دو پھر نجد میں یاروں کو

کیسا بلنکا

پھر گولیاں چل چل اوب گئیں ۔۔۔ اے کیسا بلنکا
تری سڑکیں خون میں ڈوب گئیں۔۔۔اے کیسا بلنکا

مقتل ہے کہ کھاٹی اطلس کی ۔۔اے کیسا بلنکا
گل رنگ ہے ماٹی اطلس کی۔۔۔اے کیسا بلنکا

بڑھے لشکر ہتیارے ۔۔۔۔ اے کیسا بلنکا
لیے توپیں ٹینک اور طیارے ۔۔۔اے کیسا بلنکا

پر تیری دلاور آبادی۔۔۔۔ اے کیسا بلنکا
ہر لب پہ ہے نعرہ آزادی ۔۔۔اے کیسا بلنکا

کھل جائیں ان کے پیچ سبھی۔۔۔اے کیسا بلنکا
ہیں فورو فرانکو ہیچ سبھی ۔۔۔۔اے کیسا بلنکا

دو روز کی ان کو مہلت ہے اے کیسا بلنکا
پھر کوچ نکارا باجت ہے ۔۔۔اے کیسا بلنکا

لا ہاتھ میں دیں ہم ہاتھ ترے۔۔اے کیسا بلنکا
ہم لوگ کروڑوں ساتھ ترے ۔۔اے کیسا بلنکا

کنارِ بحر کی ایک رات

کسی سے دور جا پڑے کسی کے پاس ہو گئے
کنار کیپسین پہ ہم بہت اداس ہو گئے
ادھر کنار بحر تھا ادھر بلند گھاٹیاں
جنوں کی وحشتیں ہمیں لیے پھریں کہاں کہاں
وہ رات ایک خواب تھی مگر عجیب خواب تھی
کتاب زندگی کا ایک لا جواب باب تھی
ادھر ادھر کی گفتگو زمانے بھر کی گفتگو
رہ دراز عشق کے کٹھن سفر کی گفتگو

دلوں کی آرزو زباں تک آن پلٹ گئی
اسی میں رات کٹ گئی اسی میں بات کٹ گئی
انھیں تو ہم نے پالیا یہ اپنا آپ کھو گئے
کنار کیپسین پہ ہم بہت اداس ہو گئے

قطعہ

ہنستا کھیلتا جھومر تو بس اس کے منہ پر کھلتا ہے
بیشک لوگ تجھے بھی چاہیں بیشک تو بھی تمام ہے چاند
آج جو اک لڑکی کو ہم نے چوما چوم کر چھوڑ دیا
قابو میں اوسان نہیں اس لڑکی کا نام ہے چاند

قطعہ

وہ نینیاں بھی وہ جادو بھی
وہ گیسو بھی وہ خوشبو بھی
یہ دل تو سبھی کچھ جانتا ہے
پر دوست کا ہے فرمانا کیا

قطعہ

پردہ ہے جو دوری کا ٹک اس کو اٹھا سونا
درشن کے جھروکے کا یہ دیپ جلا دونا
دل درد کا مارا ہے کتنا دکیارا ہے
بس آس کے دامن سے چمٹا بیچارا ہے
ان اجنبی راہوں کی تقدیر جگا دو نا

قطعہ

تم کو معلوم سہی مجھ کو کو تو معلوم نہیں
درد جب لطف کی منزل سے گزر جاتا ہے
نہ دلاسوں سے بہلتا ہے تڑپتا ہوا دل
نہ نگاہوں کو کسی طور قرار آتا ہے

قطعہ

جو راہ تم نے سمجھائی تھی درمیاں ہے ابھی
ستارو ڈوب چلے ہو سحر کہاں ہے ابھی
وہی امیں ہے وہی اپنا آسماں ہے ابھی
وہی جہاں ہے وہی وسمت جہا ں ہے ابھی

بیت

ایک اک گاؤں میں ویرانی سی ویرانی ہے
پنشنیں ملتی ہیں تمغوں کی فراوانی ہے

غزل

فقیر بن کر تم ان کے در پر ہزار دھونی رما کے بیٹھو
جبیں کے لکھے کو کیا کرو گے جبیں کا لکھا مٹا کے بیٹھو

اے ان کی محفل میں آنے والو اے سو دو سودا بتانے والو
جو ان کی محفل میں آکے بیٹھو تو ساری دنیا بھلا کے بیٹھو

بہت جتاتے ہو چاہ ہم سے مگر کرد گے نباہ ہم سے
ذرا ملاؤ نگاہ ہم سے ، ہمارے پہلو میں آکے بیٹھو

جنوں پرانا ہے عاشقوں کا جو یہ بہانہ ہے عاشقوں کا
تو اک ٹھکانا ہے عاشقوں کا حضور جنگل میں جا کے بیٹھو

ہمیں دکھاؤ زرد چہرا ، لیے یہ وحشت کی گرد چہرا
رہے گا تصویر درد چہرا جو روگ ایسے لگا کے بیٹھو

جناب انشا یہ عاشقی ہے جناب انشا یہ زندگی ہے
جناب انشا جو ہے یہی ہے نہ اس سے دامن چھڑا کے بیٹھو

غزل

رہ صحرا چلا ہے اے دل اے دل
دوانا ہو گیا ہے اے دل اے دل

سمیٹیں کارو بار عشق خوباں
بہت نقصاں ہوا ہے اے دل اے دل

چلیں اب کوئی تازہ غم خریدیں
کہ ہر غم کی دوا ہے اے دل اے دل

کریں کیا آرزوئے حسن جاناں
زمانہ کونسا ہے اے دل اے دل

غزل

اس دل کے جھروکے میں اک روپ کی رانی ہے
اس روپ کی رانی کی تصویر بنانی ہے
ہم اہل محبت کی وحشت کا وہ درماں ہے
ہم اہل محبت کو آزاد جوانی ہے
ہاں چاند کے داغوں کو سینے میں بساتے ہیں
دنیا کہے دیوانا ۔۔۔دنیا دیوانی ہے

اک بات مگر ہم بھی پوچھیں جو اجازت
کیوں تم نے یہ غم یہ کر پردیس کی ٹھانی ہے
سکھ لے کر چلے جانا ، دکھ دے کر چلے جا نا
کیوں حسن کے ماتوں کی یہ ریت پرانی ہے
ہدیہ دل مفلس کا چھ شعر غزل کے ہیں
قیمت میں تو ہلکے ہیں انشا کی نشانی ہے

غزل

کوئی اور دم بیٹھے ہیں یہ فرصت پھر کہاں لوگو
چلے آؤ جو سننی ہو ہماری داستاں لوگو

بہت مدت ہوئی آدھی کی نوبت کو بجے لیکن
ابھی کچھ دھندلے دھندلے ہیں سویرے کے نشاں لوگو

یہ راہی کون ہیں آخر کدھر کو جانے والے ہیں
کہاں ہے کارواں لوگو ، کہاں ہے کارواں لوگو

غزل

قرب میسر ہو تو یہ پوچھیں درد ہو تم یا درماں ہو
دل میں تو آن بسے ہو لیکن مالک ہو یا مہما ں ہو

دوری ، آگ سے دوری بہتر قربت کا انجام ہے راکھ
آگ کا کام فروزاں ہونا راکھ ضرور پریشاں ہو

سودا عشق کا سودا ہم جان کے جی کو لگایا ہے
عشق یہ صبرو سکوں کا دشمن پیدا ہو یا پنہاں ہو

عشق وہ آگ کہ جس میں تپ کر سونا کندن بنتا ہے
آگ میں تجھ کو کچھ نہیں ہو تو اس آگ میں بریاں ہو

شہر کے دشت کہو بھئی سادھو ہا ں بھئی سادھو شہر رشت
ہم بھی چاک گریباں ٹھڑے تم بھی چاک گریباں ہو

غزل

سو سو تہمت ہم پہ تراشی کوچہ درقیبوں نے
خطبے میں لیکن نام ہمیں لوگوں کا پڑھا خطیبوں نے

شب کی بساط ناز لپیٹو ، شمع کے سر د آنسو پونچھو
نقارے پر چوب لگا دی صبح کے نئے نقیبوں نے

کس کو خبر ہے رات کے تارے کب نکلے کب ڈوب گئے
شام و سحر کا پیچھا چھوڑا آپ کے درد نصیبوں نے

امن کی مالا جپنے والے جیالے تو خاموش رہے
فتح مبین کے جھنڈے گاڑے شہر بہ شہر صلیبوں نے

انشا جی اب آئے جو ہو دو بیت کہو اور اٹھ جاؤ
تمہی کہو تمہیں شاعر مانا کب سے بڑے ادیبوں نے

غزل

حال دل جس نے سنا گریہ کیا

ہم نہ روئے ہاں ترا کہنا کیا

یہ تو اک بے مہر کا مذکورہ ہے

تم نے جب وعدہ کیا ایف کیا

پھر کسی جان وفا کی یاد نے

اشک بے مقدور کو دریا کیا

تال دونینوں کے جل تھل ہو گئے

ابر رسا اک رات بھر برسا کیا

دل زخموں کی ہری کھیتی ہوئی

کام ساون کا کیا اچھا کیا

آپ کے الطاف کا چرچہ کیا

ہاں دل بے صبر نے رسوا کیا

متفرقات

بات جب ہم نے کہی تھی تو زمانے انشا
اب سوئے دشت چلے خاک اڑانے انشا

قیس پہ ہم کو خیال کیا ہے میاں انشا سمجھا
ہم نہیں عشق و جنوں کے قابل آنے ہم کو کیا سمجھا

پھر اس کوچے میں جا پہنچے ہار گئے سمجھا سمجھا
ہم دل کو اپنا سمجھے تھے دل نے ہمیں اپنا سمجھا

کتنی حسیں مکھڑے کی پھبن تھی
کتنی مدھر آواز کسی کی

رات کی نیند اڑا دیتے ہیں
چاند سے چہرے والے لوگ

آنکھ ملے آنسو بھر آئیں
ہم یہ تاب کہاں سے لائیں

ہم راہ تمہاری تکتے تکتے اوب گئے
پورب میں سپیدی پھیلی ، تارے ڈوب گئے

پھر شام ہوئی پھر دیپ جلے

روپ کی برکھا پورب پچھّم اتر دکھن برسے گی

اب تو پڑے گی تجھ سے نبھانی
سپنوں کی رانی ، اے سپنوں کی رانی

دودھیا فرش پہ مکھن سے تھر کتے پاؤں

بحر کاہل کے سواحل کے افیمی باسی
قسمت مشرق اقصیٰ کے خداوند بنے
صبح کا سرخ ستارہ ہوا پیکن سے طلوع

وٹیکن کا تو ہے قتوں کی تجارت پہ مدار
کیا ہوئے وہ تری بھٹکی ہوئی بھیڑوں کے شبان

چھیڑ دیں تو نے بھی اے دل یہ کہاں کی باتیں
مہ روخاں ، سروقداں ،گلبدناں کی باتیں
دشت مہجوری میں آہو نگہاں کی باتیں

نیل گگن پر اودا بادل اڑتے اڑتے بولا

انشا جی تم دھارن کر لو لاکھ فقیری چولا
شہروں میں درویش کہا لو چیلوں کو پر جاپو
ہمت ہو تو گھر سے نکلو جگ کو دیکھو بھالو

اشرف ریاض کے عید کارڈ کے جواب میں

یہ جورو جورش تھے کہاں پہلے عشق میں
تم نے جفا ریاض سے رسم وفا چلی
ان کے دماغ میں جو چلی بھی تو کیا چلی
کہنے لگے ریاض سے رسم و فا چلی
ہم پر گھمان جور، بنے آپ جو رکش
لب پر ہمارے موج تبسم سی آ چلی
یہ التفات بھی ہے غنیمت کہ آج کل
ہے بزم دوستاں کی روایت چلا چلی
انشا چلے، ریاض چلے، یوسفی چلے
خلقت تمام جانب کوہ ندا چلی
کس طور کون کون سے پتے کو تھامیے
باغ وفا میں تو ہے خزاں کی ہوا چلی

اے دور نگر کے بنجارے

نوحہ

(سدا ہنس مکھ محمد اختر کا جو ایک طوفانی صبح منہ لپیٹ کر رخصت ہوگیا)

اے دور نگر کے بنجارے کیوں آج سفر کی ٹھانی ہے
یہ بارش ،کیچڑ ، سرد ہوا اور راہ کٹھن انجانی ہے
آ محفل چپ چپ بیٹھی ہے آ محفل کا جی شاد کریں
وہ لوگ کہ تیرے عاشق ہیں کے روز سے تجھ کو یاد کریں
وہ ٹھور ٹھکانے ڈھونڈ چکے ، وہ منزل منزل چھو آئے
اب آس لگائے بیٹھے ہیں کب دستک ہو کب تو آئے
اے دور نگر کے بنجارے گر چھوڑ کے ایسا جانا تھا
کیوں چاہ کی راہ دکھائی تھی کیوں پیار کا ہاتھ بڑھانا تھا
ہے دنیا کے ہنگاموں میں رنگینی بھی رعنائی بھی
ہر چیز یہاں کی پیاری ہے محرومی بھی رسوائی بھی
سب لوگ یہاں پر قسمت کے بے طور تھپیڑے سنتے ہیں
پر جیتے ہیں اور جینے کی آس سے چمٹتے رہتے ہیں
اور تو تو ایک کھلاڑی تھا کیوں کھیل ہی سے منہ موڑ لیا
کیوں جان کی بازی ہار گیا کیوں عمر کا رشتہ توڑ لیا
گو جانے کے مشتاق یہاں سے ہم جیسے لاکھ بچارے ہوں
وہ لوگ ہی رخصت ہوتے ہیں جو لوگ کہ سب کو پیارے ہوں
ہر سال رتوں کی گردش سے جب بیس دسمبر آئے گی
یہ اشک چھما چھم برسیں گے ،یہ آہ گھٹا بن جائے گی
تم عرش کے ایک فرشتے تھے بس فرش کی چوکھٹ چوم گئے
تم تیس برس تک دنیا میں معصوم رہے معصوم گئے
ہم یاد کی روشن شمعوں سے اس جی میں اجالا رکھیں گے
اور سینے میں آبادی کا سامان نرالا رکھیں گے

تم اجنبی اجنبی راہوں میں جب تھک جاؤ اک کاممکرو
اس دل میں آن قیام کرو اس سینے میں بسرام کرو
اس جگ کی رات اندھیری میں اک تارا تھا وہ ڈوب گیا
اور وعدے ساتھ نبھانے کے سب بھول بھلا کر خوب گیا
یہ انشا ہاروں ،زید بکر ،شیشوں کا مسیحا کوئی نہیں
سب دوست ہمارے اچھے ہیں پر کون ہے اس سا کوئی نہیں
کیوں نازک نازک سینوں ہر تم غم کا توڑ پہاڑ چلے
پھر دیکھ زمیں پر کیچڑ ہے پھر دیکھ فلک پر پانی ہر
اے دور نگر کے بنجارے کیوں آج سفر ٹھانی ہے

بنجارن کا بوجھ

(ایک پنجابی نظم کا ترجمہ)

پہلی بار بنجارن آئی
خوشیوں کی لئے کھاری
ہونٹ عنابی باتیں شرابی
کھاری اس کی بھاری
ایک خوشی تو میں نہیں دونگی
لیتی ہو لو سا ری

دو جی بار بنجارن آئی
کھاری آن اتاری
آدھی خوشیاں آدھی غم

ملی جلی تھی کھاری
خورشیاں دے جا غمیاں لے جا
نا ممکن میں واری

تیجی بار بنجارن آئی
سر پر بوجھا بھاری

جی گھایل اور چپ چپ چہرا
کھاری نہ جائے اتاری
آگے بڑھ کر آخر میں نے
سر پہ لے لی ساری
بھاری سی وہ کھاری

پنجابی نظم

تینوں دسیاتے توں ہنسا اے
اسیں تینوں سمجھ نئیں دسنا اے
بس اگ اپنی وچ جلنا اے
اور آپے پکھا جھلنا اے
اسیں پکے آں تو خام کڑے
کجھ ہو یا نئیں کی ہونا سی
اک دن داہسنا رونا سی

اوہ ساگر چھلاں ایویں سی
اوہ ساریاں گلاں ایویں سی
پر چر چا کرنا تمام کڑے

اسیں کہندے کہندے مرجانا
توں ہسدے ہسدے مرجانا
اسیں اجڑے اجڑے رہ جا نا
توں وسدے وسدے مر جا نا
ہاں سوچ لیا انجام کڑے

اک گھر وچ دیوا بلدا ای
کی دیکھ سند یسے گھلدا ای
کیوں پورب پچھّم جانی ایں
کیوں من اپنا بھٹکائی ایں
گھر آجا پے گئی شام کڑے

شعلے

گر تیرا تصور تجھے پروانہ بنا دے
شعلوں کی حضوری میں وفا سے نہ گزرنا
دولہا کی طرح حجلۂ محبوب میں جا نا
اس حسن جہاں سوز کی تابش سے نہ ڈرنا
کچا ہے تو اے دوست گل خام کی مانند
بھٹی کی تپش تجھ کو سکھائے گی سنورنا

(شاہ لطیف بھٹائی)

لطیف چٹی

جمال ناز

مہر باں مہر باں واشگفتہ جبیں
مرے آنگن میں آتا ہے پیارا مرا
اس سے بڑھ کے ہے میرا وہ مہر جبیں
چاند اچھا سہی چودھویں رات کا
مرے در پہ ہے لوگوں کی منڈلی کھڑکی
میرے پیارے کی سب لوگ باتیں کریں
میرے گھر میں تو ہے آج اتری خوشی
جن کو جلنا ہے جلتے ہیں جلتے رہیں
سیکڑوں مہرہوں ۔ بیسوں ماہ ہوں
مجھ کو سو گند اللہ کے نام کی
اس کے مکھڑے بنا منزلوں منزلوں
رات ہی رات مجھ کو نظر آئے گی
کتنا کم ارز ہے ہیچ ہے چاند تو
شب کو آئے نظر ،شب کو چمکا کرے
میرے پیارے کے آگے بہت ماند تو
دائمی میں اجالے مرے دوست کے
صبحدم اٹھ کے محبوب کے کان ہیں
یہ سندیسہ ہمارا سنا نا سجن
تجھ پہ ہم غمزدوں کی ہیں آنکھیں لگیں
دیکھ ہم کو نہیں بھول جانا سجن

۱۷۰

داستان لیلاں چنسیر سے،،،،

لیلا۔۔ تونے کیوں محو کیا ہے انہیں لوح دل سے

حاصل زیست سمجھتے ہیں جو پیارے تجھ کو

اے مرے و سروکنور ؛ میرے چنسیر راجہ
دل مرا آج بھی رورو کے پکارے تجھ کو

ان کے زخموں پہ مدھر بولوں کا مرہم رکھنا
اب بھی اپنا جو سمجھتے ہیں بچارے تجھ کو

ان کو خلقت کی نگاہوں نہ رسوا کرنا
واسطہ دیتی ہوں جینے کے سہارے تجھ کو

میں تری پیت کی ماری ہوں بچاری ابلا
کچھ خیال آتا ہے اس بات کا بارے تجھ کو

تیری سو رانیاں ،تو میرا اکیلا پتیم
دل بسارے تو بھلا کیسے بسارے تجھ کو

شاہ لطیف ۔۔ ایک ادنی سا گلوبند تھا جس کی خاطر
کھودیا دل کے خداوند کو ناداں تو نے

تجھ سے برگزشتہ ہوا تیرا چنبر را جا
کپٹی کونرو سے کیا ایک جو پیماں تو نے

اپنی قسمت کا عجب الٹا ہے صفحہ غافل
بات کی ہے بڑی رسوائی کے شایاں تو نے

چل گیا ادنی سے زیور کی ڈلک کا جادو
جانے کیا سمجھا تھا چاہت کو مری جاں تو نے

لیلا،،،،، میں یہ سمجھتی تھی کہ یہ ہار مرصع رتنار
ہاتھ آئے تو مرا روپ سوایا ہو گا

یہ نہ سمجھی تھی کہ یہ ہار ہے ظالم بیری

کپٹی کنرو نے کوئی جال بچھا یا ہوگا

شاہ لطیف،،،چل ذرا ڈال کے اب اپنے گلے میں پلو
ڈھونڈ اس چیز کو جو کھوئی ہے لیلا نے
شاید اب تجھ سے بنالے تجھے پھر اپنالے
عذر اس سے کو کیا عاجزو گریاں تو نے
پھر بھی مقصود مبارک نہ جو دل کا پایا
درگہ یار سے محبوبہ کیا حیراں تو نے
یوں ہی فریادکناں عفو کی طالب رہنا
ہاں جو چھوڑا کہیں امید کا داماں تو نے
ایک لغزش سے گنوایا ،نہ گنوایا ہوتا
اپنے محبوب کاالطاف فراواں تو نے
رکھنا فریاد فغاں اب بھی وظیفہ اپنا
زیست کرنی ہے اگرزود پشیماں تو نے

لیلا۔۔گن جو ہیں ایک زمانے کے گنائے تم نے
تم سمجھتے ہوکہ مجھ میں کوئی خوبی ہی نہ تھی
اپنی بخشش سےنوازو مجھے پتیم پیارے
کیوں کوئی اور بنے دل کی تمہارے رانی
میں نے سوچا ہے بہت سوچا یہ آخر پایا
دہر میں سوختہ جانوں کا مقدر ہے یہی
جس پہ غصے کی نگہ ہو تری پتیم پیارے
باندی بن جائے جو رانی ہو چہیتی رانی
آج میں در پہ ترے آئی ہوں سرو پیارے
اپنا اک عمر کا سرمایۂ عصیاں لے کر
تو جو آزردہ ہےکیوں آؤں میں در پہ تیرے
دل آشفتہ و مجبور و پریشاں لے کر

(ترجمہ شاہ عبد اللطیف بھٹائی)

داستاں ماروی سے

جو کانوں میں میرے یہ لفظیں پڑیں
بتا میں بھلا تیرا مالک نہیں
مرے دل نے چپکے سے ہاں کہہ دیا
کہ کچھ اور کہنا تو ممکن نہ تھا
مرے لوگ مجھ سے دور ہو گئے
مرے پاس آنے سے معذور تھے
مرا قید ہونا ہی تقدیر تھی
یہ پتھر یہ قدرت کی تحریر تھی
کہ اپناؤں گھر بار کو چھوڑ کر
یہ زنداں یہ زنداں کے دیوار و در
جو چروا ہے اپنے میں دور ہوں
تو اس حال کو زندگی کیوں کہوں
خدا وند میرے تو یہ حکم دے
کہ اب ماروی مارروؤں سے ملے
لکھی تھی مری زندگانی میں قید
ہوئی رنج و درد و مصیبت کی صید
کتاب مقدس میں ہے جو بیاں
مرا من ترے پاس تن ہے یہا ں
یہی اک دعا ہے خدا وند سے
وہ قدرت سے اپنی یہ ساماں کرے

عزیزوں سے اپنے میں جا کے ملوں
شب و روز بیٹھی یہ سوچا کروں

جو لکھا گیا پھر نہ بدلا گیا
قلم ہو گیا خشک تقدیر کا
تراوش ہوئی کلک تقدیر سے
کہ مارو تو کانٹے چنیں دشت کے
ادھر میں الگ اس طرح سے جیوں
کہ ان بالا خانوں میں بیٹھی رہوں
عزیزوں سے دوری وطن کا تیاگ
لگاووں نہ ان اونچے محلوں میں آگ
ہر اک شے کہیں بھی ہو کیسی بھی ہو
پلٹتی ہے اپنی قدیم اصل کو
مرے دل پہ بھاری ہے انکا بجوگ
کہاں ہیں کہاں ہیں وہ صحرا کے لوگ
یہاں انکے آنے کی صورت بنے
کہ مالیر جانے کی صورت بنے
نے پیامی ہے یہ پیغام عزیزاں کوئی
گرد صحرا سے نہ ابھرے گا شترباں کوئی
میرے اللہ مری حسرت دیدار کو دیکھ
بھیج اس دیس میں اس دیس کا میماں کوئی
خوش ہوں مسرور ہوں یہ راہیں یہ قلعے یہ حصار
آئے پھر قطع مسافت کی جولاں کوئی
دھووٗں ان آنکھوں اے اس کے قدم گرد آلود
جان سکتا ہے مرے شوق کا پایاں کوئی
دور افتادہ ہوں ، محبوس ہوں، غم دیدہ ہوں
لوگو اس درد کی تسکین کا ساماں کوئی
لے نویدیں لیے آیا کوئی ڈاچی والا

اپنے محبوب کو یادوں سے فراموش نہ کر
ایسی پاگل تو نہ ہو لوٹ کے آئے گا یہاں
ایک پل کے لیے قلعے میں ٹھرا ، اور ٹھر
ایک ہی پل کے لیے قلعے میں رہنا ہے تجھے
دیکھنا تجھ سے نہ کملی یہ پرانی چھوٹے
پیاری من موہنی اونچا ہے گھرانہ تیرا
وضع مت چھوڑنا دل دکھتا ہ مانا تیرا
سوئے مالیر بھی ہوگا کبھی آنا تیرا
میرے بابل کے یہاں سے کوئی آخر آیا
کون آیا ہے خدا را اسے لاؤ لاؤ
اس کے قدموں پہ میں گر جاؤنگی ہو کا بھر کے
اس کو کھلاؤنگی اس دل کے یہ آلے گھاؤ
میرا کچھ دوش نہیں بات یہ میری مانو
اپنی مرضی سے نہ آئی ہوں نہ ہر گز آئی
خداوندا وہ گلہ بان ماڑو
مجھے اپنالیں ،میری لاج رکھ لیں
میں کتنی بھی بری ہوں ہاں بری ہوں
وہ لطف و مہر بانی سے نہ گزریں
ادھر مالیر میں برکھا ہوئی ہے
پرندے چہچہاتے اڑ رہے ہیں
مرے کپڑوں کا عالم دیدنی ہے
کہ میلے ، بے تکے ، اوگن بھرے ہیں
تو عیبوں کا چھپانے والا ٹھرا
خدا وندا تو میری لاج رکھنا
مری چولی میں ٹانکے سیکڑوں ہیں

مری کملی پرانی ہے پھٹی ہے
چھوئی پونی، نہ گز بھر سوت کاتا
کہ آس اپنے عزیزوں سے لگی ہے
جو دہت میں ین نے پہنے تھے وہ کپڑے
مرے تن کے لیے کافی رہیں گے
میری چولی میں ٹانکے سیکڑوں ہیں
مری کملی پرانی ہے پھٹی ہے
کسی دن بھی بال اپنے سنوارے
پریشاں زلف خوشبو کھو چکی ہے
کبھی مارد کے مکھڑے کو میں دیکھوں
فقط دل میں یہی حسرت بسی ہے
میں پھر صحرا میں اپنے گھر میں پہنچوں
کہ یہ جینا بھی کوئی زندگی ہے
مری چولی میں ٹانکے سیکنڑوں ہیں
مری کملی پرانی ہے پھٹی ہے
اسی عالم میں میں صحرا میں پہنچوں
مرے دل میں جو حصرت یہی ہے
کہ مارو مجھ کو دیکھیں اور یہ جانیں
میں جیتی تھی امیدوں کے سہارے
کہ ہم آئیں گے اس کی سارلیں گے
چھڑائیں گے غم زنداں سے بارے
ہوا ہے جس جگہ سے میرا آنا
کسم کا پھول واں کھلتا نہیں ہے
جہاں شادی کے میلے ہوں وہاں بھی
مجھے کملی سوا جامہ نہیں ہے

نہ بالوں کو دھونا دھلانا اسے
نہ ہنسنا ، نہ پینا ، نہ کھانا اسے
عمر ماردی گیت گاتی پھرے
تری داد کے ، تری بیداد کے
ترا ظلم بخشا نہیں جائے گا
یہ اک دن ترے سامنے آئے گا
نہ بالوں کو پانی دکھانا اسے
نہ زلفوں کی بگڑی بنانا اسے

وہ ہانکے وہ سبزہ گیہوں کے مکیں
انہیں ماردی بھول سکتی نہیں
عمر ماردی کو کہاں یہ پسند
کہ بیٹھی رہے تیرے محلوں میں بند
نہ بالوں میں پانی دکھانا اسے
نہ زنداں سے باہر ہی جانا اسے
اسے بھائے کیا ماروؤں کے بنا
یہ صابن ، یہ خوشبو ، یہ عطر حنا
کٹھن ہے یہ اس کیلئے زندگی
کہ گوری ہے دیہات کی ماردی
نہ بالوں کو پانی دکھانا اسے
نہ بھولے سے بھی مسکرانا اسے
ہے کانوں میں اس کے صدا گونجتی
صدا اے اے عمر تیرے انصاف کی
شکایت کرے ہے وہ اندد ہگیں

مرے لوگ مجھ پاس آتے نہیں

اداسی پہ مائل ہوئی ماردی
غمِ دل کی گھائل ہوئی ماردی
یہ الجھے سے گیسو، یہ چہرہ اداس
وہ اٹھتی جوانی کی لو ہے نہ باس
غموں نے اڑا دی ہے چہرے کی آب
اداسی سے سنولا گیا ہے شباب

لطیف اسکے پنڈلے کولو جو لگی
اڑی باس خوشیوں کے کافور کی
وہ گوری کہ من جس کا بھاری رہے
خوشی کس طرح اس کو پیاری رہے
بھلا چھٹ پیاروں سے جیسا ہے کھیل
نہ مسکان لب پر نہ بالوں میں تیل
جدھر اس کا مالیر آباد ہے
ادھر رخ ہے ہونٹوں پہ فریاد ہے
میں مارد کی سمرد میں مارو کی ہوں
ترے گھر کی خوشیوں کو خوشیاں کہوں

یہ پھانسی کا پھندا ہیں پھانسی کا جال
میں تیری بنوں یہ تو ہونا محال
مرے دل کے وہ لوگ مالک ہوئے
چھڑانا ہے مشکل اسے قید سے
جدھر اس کا مالیر آباد ہے

ادھر رخ کہے وقف فریاد ہے
اسے ماروں نے جو دی تھی کبھی
ابھی پاس اس کے ہے کملی وہی
تو اس کو تو سمرو نہ زنجیر کو
کہ مشکل ہے اس کا من آنا ادھر

جدھر میرا مالیر آباد ہے
ادھر قبلۂ جان ناشاد ہے
میں قلعے پہ چڑھ کے پکاری بہت
میں کرتی رہی آہ وزاری بہت
کسی نے نہ لیکن سنی یہ فغاں

مرا درد سنتا ہے کوئی کہاں
عمر جس کا من ہو دکھی ہو اداس
اسے بھائیں کیسے یہ اجلے لباس
پیا اپنے صحرا میں آہیں بھریں
غموں میں گرفتار نالے کریں
وہ ناری ہے اسے سمرو ناری کہاں
وہ اپنے پیا کی ہے پیاری کہاں

جو الفت کے قول و وسم توڑ دے
جو پی سے خیال وفا چھوڑ دے
مرے پی پہ بھاری یہ ٹھنڈی ہوا
ترے نرم گدوں پہ سووؤں میں کیا
عمر میرے کپڑوں پہ ہنستا ہے کیوں

گدیلوں پہ آرام کیسے کروں ؟
جو پی میرا صحرا میں آہیں بھرے
غموں میں گرفتار نالے کرے
عمر اپنے شربت کے شیشے اٹھا

عزیزوں میں پیا سے ہی رہنا بھلا
مرا دل ہے انہیں کے ساتھ سائیں
جو جنگل کے دہاتوں کے مکیں ہیں
مجھے چھوڑے تو انکے پاس جاؤں
ان ہی کا ساپیوں ، ان کا سا کھاؤں
جہاں تک سائیں دنیا میں جیوں گی
اسی پیارے کے قدموں پر چلوں گی

میں بے تقصیر بیٹھی جی کھپاؤں
یہی سوچوں کہ دیس اپنے کو جاؤں
ان ہی پیاروں عزیزوں سے ملوں میں
جو موٹے جھوٹے کپڑوں ہی میں خوش ہیں

میں اس کملی کو چھوڑ وں کیسے چھوڑوں
اس آرام اور راحت کی طلب میں
جو دو دن کے لیے ہے پھر نہیں ہے

کہاں گیا مرا حسن اے سمرو چہرا میرا میلا
قسمت نے میرا روپ انیلا چھین لیا سب لوٹا

اے سمرو اک بار کسی کا — روپ اگر لٹ جائے
لاکھ جتن کر دیکھے لیکن — پھر وہ بات نہ پائے
کھوکے میں اپنا روپ اے سمرو — دیس اپنے کیا جاؤں
اپنے نگر لے چرواہوں کو — کیسے مکھ دکھلاؤں
جیسے تھا یاں آنا میر — ویسے ہی میرا جانا
اکثر جیسی برستی بوندیں — پل پل ہے شرمانا
ان اونچے چوباروں میں — جو جیون کے دن بیتے
زحمت ، ذلت اور ستم تھے — مجھ کو وہ یاد رہینگے
مجھکو تو بس پی کی ہے چاہت — لیکن میں شرماؤں
کس منہ سے اونچا کر کے — ماروں آگے جاؤں
مجھ کو کہیں تو دفن ہی کردے — اے سمرو اے بیری
میں نے یہاں پر آکر چھوڑی — ریت وہ چرواہوں کی

کاش کہ یہ پیدا ہی نہ ہوتی — ہوتی تو مر جاتی
عمر کوٹ میں آکر اس نے — جیتی یہ بد نامی
چوباروں میں بیٹھی کڑھتی — ایسے وقت گزارے
چرواہوں کی مدد کی خاطر — پل پل پڑی پکارے
اے اللہ تو سنے جو میری — قید ہی میں مرجاؤں
دن کو تو بیٹھی روؤں دھوؤں — شب کو بھی چین نہ پاؤں
لیکن مجھ کو موت سے پہلے — گھر میرا دکھلا دے
کیا دھوؤں میں کپڑے اپنے — میلے اور پرانے
مٹی میں ملی عزت میری — مالک میرے کرم کر
سمرو ہے بڑی طاقت والا — رحم والا اسے مجھ پر
گاؤں میں اپنے ہوگا وہ بانکا — بیٹھی سوچ رہی ہوں
مجھ کو پی سے آس لگی ہے — کب جاؤں اسے دیکھوں

گھر والوں تک بات نہ پہنچی میری اس بپتا کی
ورنہ یہ قیدی قید میں اپنے اتنی بیاکل ہوتی ؟
بھول گئے مجھے مارو شاید گھر کی یاد ستائے
اچھا ہے یوں ہی یاد میں ان کی موت مجھے آجائے
لاش کو میری مالک میرے گھر میرے پہنچانا
مر کے چین ملے کچھ شاید ماروؤں میں دفنانا
قبر مری مالیر ہو تو میں تو یہی سمجھوں گی
موت نہیں ہے جیون ہے یہ چین سے میں سوؤں گی

انہیں میں سمرو کیسے بھول جاؤں
کہ وہ گلے چرانے والے پیارے
میرے جیون میں رگ رگ میں بسے ہیں
بھلانا ان کا آساں تو نہیں ہے
محبت ان کی دل میں جا گزیں ہے
بہت دن ہوگئے ہیں مجھ کو دیکھے
وہ گلے بان وہ ان کے گھروندے
یہ جامے ریشمیں ، نرم اور ملائم
بھلا اس کے شایاں ہیں سمرو
کہ چروا ہے کی بی بی ان کو پہنے
وہ موٹے کھردرے جاموں کو اپنے
کہیں جو لاکھ ہی رنگ دے لے

تو شالوں سے ہو بڑھ کر انکی شوبھا
نہ اون ان کے برابر کی نہ مخمل
کوئی کپڑا نہ ان کو پہنچے سمرو

مرا کمبل کہ موٹا کھردرا ہے
مجھے ہی سارے جاموں سے بھلا ہے
میں یہ اپنے قبیلے کی نشانی
یہ کمبل، کیوں اتاروںؔ اس سے پہلے
یہ بہتر ہے کہ موت آجائے مجھ کو
ہوئے پھر تازہ یادوں کے وہ گھاؤ
مجھے ان گاؤں والوں کی جدائی
بہت ہی مضطرب رکھتی ہے سمرو
مرے دل میں ابھی انکی جگہ ہے
جو صحرا کے گھروندوں کے مکیں ہیں
جہا مارو کا پیارے کا ہے ڈیرا
خدا یا اس جگہ تو مجھ کو پہنچا
نہ تم جی کو دکھاؤ میرے پیارے
نہ یوں آنسو بہاؤ میرے پیارے
جہاں غم کا ہے دکھ کا ہے بسیرا
وہیں دیکھو گے پھر خوشیوں کا ڈیرا
جہاں دکھ ہیں وہا ں سکھ بھی گوری
یہ چروا ہے کا دل بھی جانتا ہے
وفا پر تو جو یوں قائم رہے گی
تو یہ مجلس، یہ زنداں چیز کیا ہے
ترا دل نا امیدی میں نہ بھٹکے
یہ زنجیریں تو گر جائیں گی کٹ کے

من میرے کا مالک مارو

مارو کا من میرا

کیوں اپنا منہ دھوؤں میں سمرو

مالک مرا کہے گا

اجنبیوں میں گئی تھی تو کیا

منہ دھونے خوش ہونے

لے میں چلی اب پی کے ڈیرے

چھوڑ کے رونے دھونے

(ترجمہ عبداللطیف بھٹائی)